بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

فون 692

الفرقان

یعنی
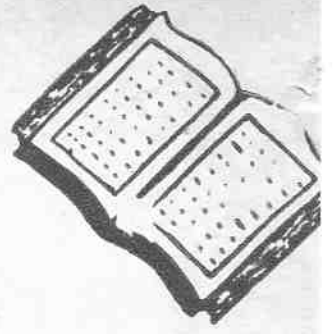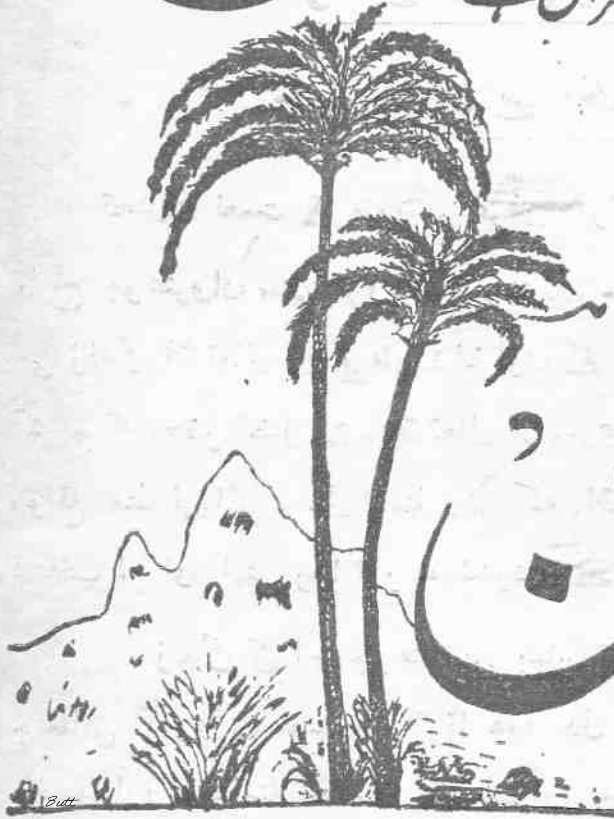
"مذاہبِ عالم پر نظر"

اپریل 1977ء

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

سالانہ اشتراک
پندرہ روپے
نسخہ قیمت ڈیڑھ روپیہ

بسم اللہ مجریها و مرساها ان ربی لغفور رحیم

زندگی کے چوہترویں سال کا آغاز

جملہ احباب سے ایک دردمندانہ درخواست دعا

تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے میری زندگی کا آج چوہتروان سال شروع ہو رہا ہے۔ میری تاریخ ولادت ۱۴ اپریل ۱۹۰۴ ہے۔ ساری ہی زندگی اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضلوں کے سایہ میں گزری ہے ہر دن جو مل رہا ہے وہ رب کریم کا محض فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری ستاری فرمائی اور اپنے فضل سے خدمت دین کے مواقع عطا فرمائے۔ دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے اور اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازے، نفس مطمئنہ عطا فرمائے۔ آمین

زندگی کی اس چوہترویں بہار کے آغاز پر جبکہ میں بعض عوارض کی وجہ سے جسمانی کمزوری محسوس کرتا ہوں دل میں زبردست خواہش پیدا ہوئی ہے کہ اپنے مخلص اور درد مند احمدی بھائیوں اور بہنوں سے عاجزانہ درخواست دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت وعافیت کے ساتھ مزید کچھ عرصہ تک مقبول خدمت دین کی توفیق بخشے اور مجھے جملہ دوستوں کے لئے مزید دعا کرنے کا موقع عطا فرمائے۔ مجھے اپنے اہل و عیال اور سب بیٹوں اور بیٹیوں کی طرف سے ہمیشہ آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب رہے۔ آمین اللھم آمین

اے میرے رب کریم! تو ہمارے امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ کو صحت و کامیابی کے ساتھ لمبی زندگی عطا فرما۔ تمام دنیا کے احمدی مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خود حفاظت فرما۔ انہیں اپنی محبت سے نوازتا رہ۔ اور سب پر اپنے خاص فضل نازل فرما۔ اللھم آمین

ربوہ۔ پاکستان
۱۴ اپریل ۱۹۷۷

خاکسار طالب دعا
ابوالعطاء جالندھری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۲۷ — شمارہ ۴

مجلہ الفرقان ربوہ

اپریل ۱۹۷۷ء

ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ — شہادت ۱۳۵۶ھش

ٹیلیفون ۱۹۲

مندرجات

مدیر مسئول

ابوالعطاء جالندھری

اعزازی اراکین مجلس تحریر

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ربوہ

خان بشیر احمد خان صاحب رفیق لندن

مولوی عطاء المجیب صاحب راشد جاپان

مولوی دوست محمد صاحب شاہد ربوہ

اعزازی مینجر

ملک محمد حنیف صاحب

بدل اشتراک

پاکستان : پندرہ روپے

دیگر ممالک : ٹائٹل ملاحظہ فرمائیں

قیمت فی نسخہ

ڈیڑھ روپیہ

موازنہ مسیحیت و اسلام (۳)

[illegible] کا سالانہ چندہ ختم ہے۔ جلد ا[illegible]
[illegible]رسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

قرآن مجید اور انجیل کی تعلیمات پر نظر

(حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الفاظ میں)

"انجیل میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے نیک کاموں کو لوگوں کے سامنے دکھلانے کے لئے نہ کرو۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ بلکہ تم حسب مصلحت بعض اپنے نیک کام پوشیدہ طور پر بجا لاؤ جبکہ تم دیکھو کہ پوشیدہ کرنا تمہارے نفس کے لئے بہتر ہے اور بعض کام دکھلا کر بھی کرو جبکہ تم دیکھو کہ دکھلانے میں عام لوگوں کی بھلائی ہے تا تمہیں دو بدلے ملیں اور تا کمزور لوگ جو ایک نیکی کے کام پر جرأت نہیں کر سکتے وہ بھی تمہاری پیروی سے اس نیک کام کو کر لیں۔

انجیل میں ہے کہ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھڑی میں جا مگر قرآن سکھاتا ہے کہ اپنی دعا کو ہر ایک موقع پر پوشیدہ مت کر بلکہ لوگوں کے روبرو اور اپنے بھائیوں کے مجمع کے ساتھ بھی کھلے کھلے طور پر دعا کیا کرو تا اگر کوئی دعا منظور ہو تو اس مجمع کے لئے ایمان کی ترقی کا موجب ہو اور تا دوسرے لوگ بھی دعا میں رغبت کریں۔

انجیل میں ہے کہ تم اس طرح دعا کرو کہ اے ہمارے باپ کہ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔ تیری بادشاہت آوے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے زمین پر آوے۔ ہماری روزانہ روٹی آج ہمیں بخش اور جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں تو اپنے قرض کو ہمیں بخش دے اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال بلکہ برائی سے بچا کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔

مگر قرآن کہتا ہے کہ یہ نہیں کہ زمین تقدس سے خالی ہے بلکہ زمین پر بھی خدا کی تقدیس ہو رہی ہے نہ صرف آسمان پر۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (سورہ بنی اسرائیل ع ۵) یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (سورہ جمعہ ع ۱) یعنی ذرہ ذرہ زمین کا اور آسمان کا خدا کی تحمید اور تقدیس کر رہا ہے۔ ۔ ۔ ۔ جو دعا خدا نے مسلمانوں کو قرآن میں سکھلائی ہے وہ اس بات کو پیش کرتی ہے کہ زمین پر خدا مسلوب السلطنت لوگوں کی طرح بیکار نہیں ہے بلکہ اس کا سلسلۂ ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت

اور مجازات زمین پر جاری ہے اور وہ اپنے عابدوں کو مدد دینے کی طاقت رکھتا ہے اور مجرموں کو اپنے غضب سے ہلاک کرسکتا ہے وہ دعا یہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

انجیل میں زمین پر خدا کی موجودہ بادشاہت ہونے سے انکار کیا گیا ہے.. مگر سورہ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت موجود ہے .. اس کی ربوبیت بھی موجود ہے ... اور رحمانیت بھی موجود ہے اور رحیمیت بھی موجود ہے اور سلسلہ امداد بھی موجود اور سلسلہ سزا بھی موجود - غرض جو کچھ بادشاہت کے لوازم میں سے ہوتا ہے زمین پر سب خدا کا موجود ہے اور ایک ذرّہ بھی اس کے حکم سے باہر نہیں .....

انجیل کی دعا میں تو ہر روزہ روٹی مانگی گئی ہے جیسا کہ کہا کہ ہماری روزانہ روٹی آج ہمیں بخش۔ مگر تعجب کہ جس کی ابھی تک زمین پر بادشاہت نہیں آئی وہ کیونکر روٹی دے سکتا ہے ....

پھر اس کے بعد یہ قول کہ جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں تو اپنے قرض ہمیں بخش دے۔ اس صورت میں یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ زمین کی بادشاہت ابھی اس کو حاصل نہیں اور ابھی عیسائیوں نے کچھ اسکے ہاتھ سے لیکر کھایا نہیں تو پھر قرضہ کونسا ہوا؟ پس ایسے تہی دست خدا سے قرضہ بخشوانے کی کچھ ضرورت نہیں ... لیکن سورہ فاتحہ کی دعا ہمیں سکھلاتی ہے کہ خدا کو زمین پر ہر وقت وہی اقتدار حاصل ہے جیسا کہ اور عالموں پر حاصل ہے .... دعا جو مانگی گئی ہے وہ مسیح کی تعلیم کردہ دعا کی طرح صرف ہر روزہ روٹی کی درخواست نہیں بلکہ جو جو انسانی فطرت کو ازل سے استعداد بخشی گئی ہے اور اس کو پیاس لگا دی گئی ہے وہ دعا سکھلائی گئی ہے اور وہ یہ ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ یعنی اے ان کامل صفتوں کے مالک اور ایسے فیاض کہ ذرّہ ذرّہ تجھ سے پرورش پاتا ہے اور تیری رحمانیت اور رحیمیت اور قدرت جزا سزا سے متمتع اٹھاتا ہے تو ہمیں گزشتہ راستبازوں کا **وارث** بنا اور ہر ایک **نعمت** جو اُن کو دی ہے ہمیں بھی دے اور ہمیں بچا کہ ہم نافرمان ہو کر موردِ غضب نہ ہو جائیں اور ہمیں بچا کہ ہم تیری مدد سے بے نصیب رہ کر گمراہ نہ ہو جاویں۔ امین۔

اب اِس تمام تحقیقات سے انجیل کی دعا اور قرآن کی دعا میں فرق ظاہر ہو گیا ؏

سُورۃ الاعراف ع

البیان

سلیس اردو ترجمہ و مختصر تفسیری نوٹ

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ

یقیناً تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ اوقات یا چھ مراحل میں پیدا فرمایا

أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ

بایں ہمہ وہ عرش پر قائم اور برقرار ہے ۔ وہی رات کو دن کے لئے ڈھانپنے والی بناتا ہے جو

يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ

لگاتار اس کے پیچھے آتی ہے ۔ اسی اللہ نے سورج ، چاند اور تاروں کو ایسے حالات میں پیدا فرمایا کہ وہ اسکے حکم سے انسانوں

بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ

کی خدمت میں بے مزد لگائے گئے ہیں ۔ آگاہ رہو کہ پیدا کرنے اور احکام دینے کا اسی اللہ کو اختیار ہے ۔ بہت برکتوں والا اللہ ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔

تفسیر ۔ سورہ اعراف ع کی پانچ آیات ہیں ۔ ان آیات میں کائنات عالم سے ہستی باری تعالی اور توحید باری تعالی پر استدلال کیا گیا ہے ۔ اس ساری سورۃ میں مختلف ۔ ۔ ل سے شرک و بت پرستی کی تردید کی گئی ہے ۔

اس رکوع کی پہلی آیت میں آسمان و زمین کی چھ اوقات میں پیدائش کو بیان فرمایا ہے ۔ لفظ یَوْم عربی زبان میں مطلق وقت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اس سے پیدائش کے چھ مرحلے مراد ہیں جو مختلف اوقات میں واقع ہوئے ۔ یہ اوقات کتنے ہی لمبے ہوں مگر پیدائش کی ترتیب کے لحاظ سے وہ چھ حصوں میں منقسم ہیں ۔

اللہ تعالی نے انسان کی جسمانی اور روحانی پیدائش کے بھی چھ مرحلے ذکر فرمائے ہیں تب جا کر وہ کامل انسان بنتا ہے (ملاحظہ ہو سورۃ المومنون ع) آسمان و زمین کی پیدائش بھی مختلف چھ مرحلوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے ۔ آیت کے حصہ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

تم اپنے رب سے عاجزی اور خشوع سے پوشیدگی میں دعائیں کرو۔ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو

الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا

پسند نہیں کرتا۔ تم ملک میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو اللہ تعالیٰ سے

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ

خوف اور امید کے ساتھ دعائیں مانگو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکوکاروں کے

الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ

قریب ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جو اپنی باران رحمت سے پیشتر بطور خوشخبری ہوائیں چلاتا ہے

يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ

یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بوجھل بادل کو اٹھا کر لاتی ہیں ہم ان بادلوں کو مردہ شہر کی

میں حرف ثُمَّ کو ترتیب بیان کے لئے بھی قرار دیا گیا ہے۔ معنے یہ ہونگے کہ پھر یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکومت پر قائم ہے اس نے اس کائنات کے نظام کو بہترین رنگ میں جاری فرمایا ہے۔ العرش سے مراد حکومت کے علاوہ صفات تنزیہیہ بھی ہیں مطلب یہ ہوگا کہ خالقیت کا تعلق مخلوقات سے ہے کائنات کے ذریعہ اس کی صفات کا ظہور ہو رہا ہے مگر یہ نہ بھولنا کہ اس کی صفات تنزیہیہ بدستور قائم ہیں۔ وہ اَحَدْ ہے وہ قدوس ہے، وہ منبعِ حسن وجمال ہے۔ اس کی یہ صفات اپنی ذات میں ہر حالی میں قائم ہیں۔ ان کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

اِس آیت میں رات اور دن کی گردش، سورج، چاند اور ستاروں کی پیدائش اور ان کے انسان کی خدمت پر لگائے جانے کا بھی ذکر فرمایا تا انسان کسی غیر اللہ کو اپنا معبود نہ قرار دے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اشیاء اس کے لئے بمنزلہ خادم کے ہیں معبود اور مخدوم کے مقام پر نہیں۔ جس ذات نے ان عظیم چیزوں کو انسان کی خدمت پر لگایا ہے وہی مستحق عبادت ہے۔

اَلا لہ الخلقُ والامرُ کے ایک معنے یہ ہیں کہ جب وہ خالق ہے تو مخلوقات میں اسی کا حکم اور اسی کا قانون جاری ہوگا اسکے غیر کو یہاں دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ عالمِ خلق اور عالمِ امر اسی نے بنائے ہیں مادی اشیاء

لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ

اسکی بنجر زمینوں کی طرف چلاتے ہیں اور اس پر پانی برساتے ہیں اور اس پانی کے ذریعے ہر قسم کے

كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○

پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو بھی زندہ کریں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِىْ خَبُثَ

اچھے پاک شہر اور اسکی زمینوں سے اللہ تعالیٰ کے اذن سے عمدہ سبزہ نکلتا ہے نباتات اُگتے ہیں ہاں جو بے برکت اور خبیث ہو جاتا ہے وہاں

لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ○ ع ۱۴

قلیل اور بے فائدہ چیزوں کے سوا کچھ پیدا نہیں ہوتا ہم اس طرح مختلف پیرایوں میں اپنی آیات اور نشانیوں کو ان لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں جو شکر کرتے ہیں۔

اسکا نے پیدا کی ہیں اور غیر مادی اشیاء کا بھی وہی خالق ہے کوئی اور خالق نہیں ہے۔ وہ ربّ العٰلمین ہے اور سب برکتیں اسی سے ملتی ہیں۔

دوسری آیت میں انسانوں کو اپنی دعاؤں کا مرکزی نقطہ اللہ ہی کو قرار دینے کا حکم دیا ہے اور آداب دُعا میں عاجزی سے اور دھیمی آواز کے ساتھ دعا کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ کے غیر سے دعا مانگنا یا دعا کے آداب کو ملحوظ نہ رکھنا سراسر تعدّی ہے جو اللہ کو پسند نہیں۔

تیسری آیت میں ملک میں فساد کرنے سے منع فرمایا اور بیم و رجاء کے ساتھ دعا کے طریق کو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ نیکوکار بننے کی طرف توجہ دلائی اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پانے کا یہی طریق ہے۔
جو لوگ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے آستانہ پر جھکے رہتے ہیں اور ہر حال عُسر و یُسر میں اسی سے حاجت روائی کے طلبگار ہوتے ہیں وہی زمین میں امن کے قیام کا ذریعہ اور نیکوکار ہیں۔

چوتھی آیت میں مادی رحمت یعنی بارش اور اس کے برکات کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ وحی الٰہی بھی روحانی باران رحمت ہی ہے۔ دونوں میں بڑی مشابہت ہے۔ بارش کے نزول اور اس کے ذریعہ سے پیدا ہونے والے پھلوں کا ذکر کرکے فرمایا کذٰلك نخرج الموتٰى لعلّكم تذكّرون یعنی روحانی مُردوں کو زندہ کرنے کے لئے بھی آسمانی وحی کا نزول ضروری ہے یہی وہ روحانی انقلاب ہے جو نبیوں کے ذریعہ سے واقع ہوتا ہے۔ (باقی صلا پر)

اللہ کے بندوں کا اللہ ہی سہارا ہے

(جناب چودھری شبّیر احمد صاحب بی۔اے واقفِ زندگی)

کیا فکر ہمیں ہمدم یاں کون ہمارا ہے
اللہ کے بندوں کا اللہ ہی سہارا ہے

ہر گام پہ ملتا ہے پیغامِ ظفر اس کو
جس قوم نے حال اپنا خود آپ سنوارا ہے

ہر برگِ چمن ہم کو کیوں جاں سے نہ پیارا ہو
جب رنگِ چمن ہم نے جاں دیکے نکھارا ہے

غیروں پہ نظر رکھنا زیبا نہیں مسلم کو
اسلام کی تابانی کب ان کو گوارا ہے

پتھر کو سمجھ پتھر شیشہ کو سمجھ شیشہ
گو سنگ بھی پیارا ہے اور شیشہ بھی پیارا ہے

کچھ دیر گزرنے دو بُت ٹوٹ ہی جائیں گے
مائل بعروج اپنی قسمت کا ستارا ہے

اسلام کے غلبہ کی شبّیر یہ ساعت ہے
اللہ کا منشا ہے میدان ہمارا ہے

"آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک"

آدمی اور وحشت و مستی کا عالم کب تلک
زندگی میں سانس کی موجِ دما دم کب تلک

ہے عمل کب تک مکافاتِ عمل ہے تا بکے
پیلۂ ریشم رہا پابندِ ریشم کب تلک

کر تو سکتا ہے جنوں اس کو اسیری سے رِہا
عقل کا قیدی رہے گا ابنِ آدم کب تلک

جاں بلب ہے انتظارِ ابنِ مریم میں مریض
غمگسارو! انتظارِ ابنِ مریم کب تلک

"آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں" (مہدی معہودؑ)
چشمِ بینا! گوشِ ہوش! انکارِ پیہم کب تلک

پھر کسی ضربِ کلیمی کی صدا آئی ہے
موجِ قلزم! شق رہے گا سینۂ یم کب تلک

کب گھڑی آئے گی جب پھر کشتِ دیں ہوگی ہری
اس پہ برسے گی ہماری چشمِ پُرنم کب تلک

"آفتاب تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا
آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک" (اقبال)

عبدالمنان ناہید

شذرات

۱۔ علماء کی بے مثال توہین

مولوی عبد الرحیم صاحب اشرف مدیر ہفت روزہ المنبر لائلپور نے لکھا ہے کہ:۔

"حالیہ انتخابی مہم میں علماء دین کی جس قدر توہین کی گئی۔ برصغیر میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ "الہی" پاکستان قومی اتحاد" میں جو دینی شخصیتیں اور جماعتیں صرف اسلام کے تحفظ اور مملکت خداداد پاکستان میں شریعت محمدیہ کے نفاذ کے لئے متحد ہوئیں تو پیپلز پارٹی نے ان کے بارے میں جو ارشادات تراشے۔ ان کی ادنیٰ سی جھلک ان کے الفاظ کے آئینے میں دیکھئے۔ ۹ ستاروں یا نو جماعتوں کی مناسبت سے کہا گیا:۔

(۱) نو پاگل چوہے (۲) نو شرارتی (۳) نو اچکّے۔ (۴) سرکس کے نو مسخرے (۵) نو گدھے (۶) نو پاگل بلیاں (۷) دھوبی کے کتّے (۸) ایک خاوند کی نو بیویاں (۹) ثمود کے نو (۱۰) حضورؐ کے نو دشمن سرداروں کی طرح ....

مصنوعی داڑھی لگا کر ہاتھ میں تسبیح پکڑ کر جوتے لگاتے ہوئے حلوا چوسکے آوازے کسے گئے ـــ "ملعون! تسبیح دوبارہ پکڑ لو گے" کے خطابات جوتوں کی بارش میں دہرائے گئے۔"

(المنبر لائلپور ۱۸ مارچ ۱۹۷۷ء صفحہ ۵)

الفرقان: ہم تو اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ مقام عبرت ہے۔

۲۔ مولوی احتشام الحق صاحب تھانوی کا بیان۔

روزنامہ جنگ کراچی ۱۰ مارچ ۱۹۷۷ء میں مولوی احتشام الحق صاحب تھانوی کا تفصیلی بیان شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ:۔

"یہ تلخ مگر واقعی حقیقت بھی ملت اسلامیہ کے مشاہدہ میں آئی ہے کہ مفتی و مودودی گروپ کے کارکنوں نے "اقامت دین اور خلافت راشدہ کے قیام کی خاطر" مغلّظ گالیوں، بہتان تراشیوں اور عام غنڈہ گردی کا جو مظاہرہ کیا ہے اس سے مغرب کی لادینی سیاست والے ہی نہیں شرمائے بلکہ ابلیس و شیطان بھی ہار مان گئے ہیں۔ میں نے مطالبۂ پاکستان کی بنیاد پر ۱۹۴۵ء میں ہونے والا کانگریس اور مسلم لیگ کا وہ الیکشن بھی دیکھا ہے جس میں موجودہ الیکشن سے کہیں زیادہ جوش و خروش اور گہما گہمی تھی مگر ہندو اور مسلمان کارکن کی طرف سے فحش گوئی اور انسانیت سوز بد تہذیبی کا وہ شرمناک منظر دیکھنے میں نہیں آیا جس کا مزہ نہ صالحین کی طرف سے اس

الیکشن میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر اقامتِ دین اور خلافتِ راشدہ کے قیام کے لئے مودودی صاحب کے لٹریچر نے یہی گھناؤنے ہتھکنڈے سکھائے ہیں تو بے شک اقامتِ دین کی یہ راہ نہ مولانا اشرف علی تھانوی نے دکھائی نہ شیخ الہند نے نہ مجدد الفِ ثانی نے یہ طریقہ اختیار کیا نہ شاہ ولی اللہ نے یہ غنڈہ گردی کی۔ اس صالحانہ شاہکار کو دیکھ کر قوم خود فیصلہ کرے کہ یہ اکابرین گردن زدنی تھے یا وہ لٹریچر دریا برد کردینے کے قابل ہے جس نے پاکستان میں اسلامی غنڈے پیدا کئے۔"

(روزنامہ جنگ کراچی - ۱۰ مارچ ۱۹۷۷ء)

الفرقان: اتنے بڑے مولوی صاحب کے اتنے واضح ریمارکس پر علماء کو بھی غور کرنا چاہیئے۔ کیا یہ مسلمانوں کے اخلاق ہیں؟ مودودی لٹریچر کے دریا برد کرنے کی تجویز بھی قابلِ توجہ ہے۔

۳۔ آخری حصۂ امت کی اصلاح کا طریق

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب "انقلابِ نبویؐ" کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:۔

"کتنی پیاری ہے وہ بات جو امام مالکؒ نے فرمائی کہ "اس امت کے آخری حصّہ کی اصلاح نہ ہو سکے گی مگر صرف اسی طریق پر جس پر پہلے حصّے کی کایا پلٹ ہوئی تھی" اور کتنی حیرت ناک ہے یہ حقیقت کہ دورِ نبویؐ سے اس قدر قرب کے باوصف ائمۂ دین کو کتنی فکر تھی۔ اس آخری دور کی جس میں ہم جی رہے ہیں۔"

الفرقان: ظاہر ہے کہ وہ طریق انوار و فیوضِ محمدی کا ظہور اور افرادِ امت کا ان سے بہرہ ور ہونا ہے اسی کے لئے قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ بطور بروز کا ذکر موجود ہے۔

۴۔ نشأۃ ثانیہ اور سرزمینِ ہند

مدیر طلوعِ اسلام نے لکھا ہے کہ:۔

"ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے ہندوستان کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے۔ سند کے اعتبار سے اس روایت کا پایہ کچھ ہی ہو لیکن واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے فکری سرچشمہ ہونے کی سعادت اس خطہ کے حصّہ میں نظر آتی ہے جسے اب پاکستان اور ہندوستان کہتے ہیں۔ عالم اسلامی میں یہ آواز سب سے پہلے اسی خطّہ سے اٹھی کہ مسلمانوں کی زندگی کا فکری اور اجتماعی مرکز قرآن ہی ہو سکتا ہے۔"

(رسالہ طلوعِ اسلام کراچی۔ اپریل ۵۹ء)

الفرقان: "واقعات کی شہادت" کے سارے پہلوؤں کو ماننا چاہیئے جیسے امورِ ربانی نے الرجوع الی القرآن کی آسمانی ندا بلند کی تھی اس سے منہ موڑنے والے تو واقعات کی شہادت کو رد کر رہے ہیں۔

۵۔ مہدی منتظر کا مقامِ ظہور مشرق ہے

ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد لکھتا ہے کہ:۔

"اگرچہ عثمان بن فودی نے اپنی کتاب تحذیر الاخوان میں اپنے مہدی ہونے کی تردید کر دی تھی لیکن پھر بھی ان کے بعض انصار کی زبان پر یہ بات عام ہو گئی تھی اس لئے ان کے لئے اس تردید سے نہ لوگوں میں اس موضوع پر گفتگو ختم ہوئی اور نہ اس افواہ پر سے ان کا یقین زائل ہوا۔ ان زبان زد عام باتوں میں سے ایک آخری افواہ یہ بھی تھی کہ **مہدی منتظر کا ظہور مشرق میں ہوگا**۔ اس لئے کہ مغربی علاقوں میں بہت سے اضطرابات جنم لے رہے ہیں انہی اضطرابات کی وجہ سے شیخ عثمان بن فودی کے پوتے امیر المومنین ابوبکر عتیق (۱۸۳۷ء – ۱۸۴۲ء) کے عہد میں فلانی مہاجرین نے مہدی منتظر کا ساتھ دینے کی نیت سے گروہ در گروہ **مشرقی علاقوں** سوڈان، وادی نیل اور حجاز وغیرہ کا رُخ کرنا شروع کیا۔"

(ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد۔ ستمبر ۱۹۷۰ء)

الفرقان: حضرت عثمان بن فودیؒ نائیجیریا کے علاقوں میں تیرھویں صدی کے مجدد ہوئے ہیں۔ ان کے اتباع میں **مہدی منتظر** کے متعلق یہ جوش و خروش اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انھیں ایسی خبریں دی گئی تھیں۔ **مشرق** سے ظہور مہدی و مسیح تو خود حدیث نبوی سے بھی ظاہر ہے گروہ حجاز کا مشرق ملک ہند ہے بہرحال مہدی موعود کا ظہور مشرق سے ہی ہوا۔ فللہ الحمد۔

۶۔ مولوی غلام غوث صاحب ہزاروی کا بیان

روزنامہ امروز لکھتا ہے کہ:-

"مولانا غلام غوث ہزاروی نے کلورکوٹ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے امیر جماعت اسلامی۔ مولانا طفیل محمد کی اس دلیل کو مضحکہ خیز قرار دیا ہے کہ پاکستان قومی اتحاد کے امیدواروں کو ووٹ دینے سے ایک لاکھ سال کی نمازوں کے برابر ثواب ملے گا۔ انھوں نے کہا کہ میری یہ پختہ رائے ہے کہ اگر کسی مسلمان نے انتخابات میں پاکستان قومی اتحاد کو ووٹ دیا تو اس کی زندگی بھر کی نماز اور عبادت رائیگاں جائے گی۔"

(امروز لاہور۔ ۲۴ر فروری ۱۹۷۷ء)

الفرقان: اگر ہزاروی صاحب کی "پختہ رائے" کو درست مانا جائے تو لاکھوں لاکھ انسانوں کی زندگی بھر کی نماز اور عبادت رائیگاں قرار دی جائے گی۔ کیا یہ اسلام کو بازیچۂ اطفال بنانے والی بات نہیں؟ ہر دو بیان حقیقت سے دور ہیں۔

۷۔ آسمانی عذاب اور منکرین کی غلط پیشگوئی

الفرقان کی ستمبر ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں الاعتصام اور المنبر کے جو حوالہ جات درج کئے گئے تھے جن میں انھوں نے خطرناک سیلابوں، ہولناک زلزلوں اور دیگر آفات کو "عذاب الٰہی" قرار دے کر بعض آیات کی طرف توجہ دلائی تھی ہم نے اس پر عرض کیا تھا کہ اس موقعہ پر آیت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا اور ایسی دیگر آیات پر بھی غور کرنا چاہیئے اس پر المنبر کا "ابن الاسلام" لکھتا ہے:-

"کیوں نہ سمجھا جائے کہ برصغیر اس لئے سیلابوں

کی زد میں ہے کہ یہاں کے مسلمانوں نے ایک کذاب مدعیٔ نبوت اور ایک کذابِ اُمّت کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو حضرت صدیق اکبرؓ نے مسیلمہ اور اس کے صحابیوں سے کیا تھا؟"

(المنبر ۳۰ ستمبر ۷۶ء)

الفرقان: آپ جو چاہیں سمجھتے رہیں مگر پہلے تو یہ بتائیں کہ آپ لوگ جو کچھ اس زمانہ کے مامور اور اس کے صحابہ کے ساتھ کر سکتے تھے۔ کیا آپ نے اس کے کرنے میں کوئی کمی کی تھی؟ یا اب کوئی کمی کر رہے ہیں؟ دوسرے آپ پھر اس آیت پر بھی غور کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قالوا انا تطیرنا بکم لئن لم تنتھوا لنرجمنکم ولیمسنکم منا عذاب الیم۔ (یٰس ع۲)

کہ منکرین نے آسمانی فرستادوں اور ان کی امتوں سے کہا کہ ہم ان عذابوں کے لئے آپ لوگوں کے منحوس وجود کو وجہ سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کریں گے اور تمہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

ایک دوسری آیت پر بھی تدبر کر لیں۔ فرمایا:-

وان تصبھم سیئة یطیروا بموسیٰ ومن معه۔ (اعراف ع۱۶)

کہ ان لوگوں کو جب تکلیف پہنچتی تو موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں سے بدشگونی کا اعلان کر دیتے۔

گویا منکرین حقیقت پسندانہ غور کی بجائے صرف بدشگونی کرتے رہتے ہیں۔

لوگو! خدا کا خوف کرو اور اس کے عذابوں سے ڈرو۔ ان عالمگیر اور مسلسل عذابوں کے پیشِ نظر کلام الٰہی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا پر بھی غور کرو۔

۸۔ تزکیہ نفوس اور تربیت جہادِ کبیر ہے

ماہنامہ "فکر و نظر" لکھتا ہے کہ:-

"قرآن حکیم نے اس جہاد کو تو صرف جہاد کہا جو مدنی زندگی میں اسلحہ جنگ سے کرنا پڑا تھا لیکن نفس و اخلاق کے تزکیہ و تربیت کا جو جہاد اس سے پہلے دور میں ہو رہا تھا اسے "جہادِ کبیر" سے تعبیر کیا کیونکہ فی الحقیقت بڑا جہاد یہی جہاد تھا۔ بالاتفاق سورہ فرقان مکی ہے۔ مکی زندگی میں جس بڑے جہاد کا حکم دیا گیا تھا ظاہر ہے کہ وہ قتال کا جہاد نہ تھا۔ صبر و استقامت اور عزم و ثبات کا جہاد تھا۔"

(ماہنامہ فکر و نظر۔ اسلام آباد جنوری ۱۹۷۷ء صفحہ ۴۸۷)

الفرقان: افسوس کہ عامۃ الناس اس جہادِ کبیر سے غافل ہیں حالانکہ اس کے بغیر کوئی جہاد کامیاب نہیں ہو سکتا۔

۹۔ کیا اللہ تعالیٰ اسلام کا محافظ نہیں؟

اخبار "چٹان" لکھتا ہے کہ:-

"مولانا نورانی نے کہا کہ موجودہ حکمران یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام کا محافظ ہے یہ قطعی طور پر غلط ہے اللہ تعالیٰ

نے قرآن پاک میں صرف قرآن کی حفاظت کا وعدہ
کیا ہے۔ اگر اسلام کی حفاظت کا وعدہ کیا ہوتا
تو آٹھ سو سال کی حکمرانی کے بعد سپین میں آج
بھی مسلمان موجود ہوتے کیا اب وہاں ایک
مسلمان موجود ہے؟ نہیں۔"
(ہفت روزہ میثاق لاہور ۲۸ مارچ ۱۹۷۷ء صفحہ ۱)

الفرقان: سوال یہ ہے کہ کیا قرآن علیحدہ اور اسلام الگ
الگ چیزیں ہیں؟ ہاں یہ درست ہے کہ اسلام دین اور
مسلمان اس پر عمل کرنے والے ہیں اگر یہ عمل نہ کریں تو ان
کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر نہ ہو گی۔ البتہ اسلام
اور قرآن کی حفاظت بہر حال ہو گی۔

۱۰۔ دلّی کا آخری شاعر

روزنامہ نوائے وقت لاہور میں نامور شاعر مرزا داغ
دہلوی کے بارے میں علامہ اقبال کا شعر۔
مر گیا داغ آہ میت اس کی زیبِ دوش ہے
آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے
درج کر کے لکھا گیا ہے کہ:۔
"مرثیہ کے یہ الفاظ داغ کے کمالِ فن کی صحیح
طور پر عکاسی کرتے ہیں اور غالباً اس سے بہتر مرثیہ
داغ کا کسی نے نہیں لکھا ہو گا۔ فی الواقع داغ
کی وفات کے ساتھ دلّی کا دبستانِ شاعری
تقریباً بند ہو گیا تھا اور اس کے بعد سے خاک
دلّی سے کوئی اس مرتبہ کا بڑا شاعر نہیں اٹھا"
(روزنامہ نوائے وقت۔ ۱۴ مارچ ۱۹۷۷ء)

الفرقان: عربی زبان کے محاورات اور استعمالات میں لفظ
خاتم مرکب اضافی کی صورت میں (مثلاً خاتم المفسرین،
خاتم المجتہدین، خاتم الشعراء وغیرہ کی صورت میں) یہی
معنے رکھتا ہے کہ خود ممدوح کمالِ فن کا نمونہ ہے اور اس سے
بڑے مرتبہ کا کوئی اور نہیں ہوا۔

۱۱۔ علمائے احناف سے ایک سوال

یہ سوال اہلحدیثوں کے اخبار "الاسلام" لاہور نے شائع
کیا ہے۔ لکھا ہے کہ:۔
"فقہ حنفی کی مایۂ ناز کتاب اصول شاشی میں
ہے قال علیہ السلام یکثر لکم
الاحادیث من بعدی فاذا روی
عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب
اللہ فما وافق فاقبلوہ وما خالف
فردوہ۔ (اصول شاشی صفحہ ۹۹ مطبع فاروقی
دہلی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
میرے بعد لوگ کثرت سے جھوٹی حدیثیں بیان
کریں گے۔ پس جب تمہارے پاس میری حدیث
بیان کی جائے تو تم اس کو قرآن پر پیش کرنا
اگر موافق ہوئی تو قبول کر لینا۔ ورنہ چھوڑ دینا
اصول شاشی میں اس حدیث کو بخاری
شریف کی بتایا گیا ہے آگے لکھا ہے۔ اگر کوئی
اس حدیث کی صحت پر اعتراض کرے تو اس کا
جواب یہ ہے فالجواب عنہ ان امام
محمد بن اسماعیل البخاری اوردَ

هذا الحديث فی کتابہ وھو امام هذه الصنعة فكفى به دليلا على صحته ولا تلتفت الى طعن غيره

لعلہ۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور وہ علم حدیث کے امام ہیں۔ پس یہی دلیل ہے۔ اس حدیث کی صحت پر۔ اس کے بعد کسی کے طعن پر التفات نہ کیا جائے۔

ایک تو یہ حدیث موضوع ہے۔ بناوٹی ہے حضور انورؐ پر بہتان ہے۔ پھر حوالہ بخاری شریف کا دیا گیا ہے۔ بخاری شریف میں اس جھوٹ کا نام و نشان نہیں۔ توضیح تلویح میں بھی اسے حدیث لکھ کر بخاری شریف کا حوالہ دیا گیا ہے"

(ہفت روزہ الاسلام لاہور ۲۱ جنوری ۱۹۷۷ء ص۱)

الفرقان: بعض دفعہ اہل علم اور اہل تصنیف بزرگوں سے حوالہ اور نام کتاب کے ذکر میں سہو و نسیان ہو جاتا ہے یہی حال **اصول شاشی** اور **توضیح تلویح** کی عبارت میں ہوا ہے۔ بخاری شریف کا نام سہواً لکھا گیا ہے مگر جب اصل حدیث موجود ہے تو اس قسم کے سہو کو جھوٹ کہنا اہل علم کی شان سے نہیں ہے۔

۱۲۔ موجودہ قومی اسمبلی کے ممبروں کی اسلام سے لگن

روزنامہ نوائے وقت لکھتا ہے کہ:۔

"۲۶ مارچ کو جب اسلام آباد میں ہماری نئی "قومی اسمبلی" کے ارکان راسخ الایمان نے اپنے مقام منصب کا حلف اٹھایا تو ایک سو اکسٹھ ممبروں کے اجتماع میں صرف پانچ مسلمان قومی نمائندے ایسے تھے جنہوں نے حلف اٹھاتے وقت بسم اللہ سے ابتداء کی اور صرف دو مسلمان ممبر تھے جنہوں نے ابتداء تو بسم اللہ سے نہ کی لیکن حلف کے خاتمے پر انشاء اللہ کہا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ خبر پریس ٹرسٹ کے ایک مقامی معاصر نے جسے سرخوں کا ترجمان سمجھا جاتا ہے اپنے اخبار میں اس انداز سے دی ہے گویا اس کے لئے یہ خبر سب سے اہم ہے کہ قومی اسمبلی میں حلف اٹھاتے وقت ڈیڑھ سو سے زائد "مسلمان" قومی نمائندے ایسے تھے جن کو نہ حلف کی ابتداء میں خدا یاد آیا نہ انتہاء پر"

(نوائے وقت لاہور ۲۸ مارچ ۱۹۷۷ء ص۱)

الفرقان: ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھے۔ حدیث نبویؐ میں ہے کہ جس اہم کام کو بسم اللہ کے بغیر شروع کر دیا جائے۔ وہ بے برکت ہوتا ہے۔

۱۳۔ کفار کی سلطنت کو اسلامی سلطنت پر ترجیح؟

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اہلحدیثوں کے بڑے لیڈر مکہ معظمہ میں اپنے ساتھیوں سمیت گرفتار کئے گئے۔ شریف مکہ کے سامنے ان سے باز پرس کی گئی۔ اہلحدیثوں کا رسالہ ترجمان الحدیث لاہور لکھتا ہے کہ:۔

"مولانا نذیر حسین کی طرف سے مولوی تلطف حسین تقریر کرتے تھے سب سے پہلے انھوں نے اس حالت پر افسوس کا اظہار کیا کہ

ہم ایسے ملک (ہند) میں رہتے ہیں جہاں کفار کی سلطنت ہے لیکن وہاں ہمارے عقائد کی وجہ سے ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچایا جاتا۔ یہاں اسلامی حکومت دارالامن ہے اور یہاں کسی وجہ ہم کو گرفتار کرکے مبتلائے محن کیا جاتا ہے۔"

(رسالہ ترجمان الحدیث لاہور۔ جنوری ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۶)

الفرقان: اس اقتباس کی آخری چند سطور میں انگریزی حکومت اور شریف مکہ کی اسلامی حکومت کا موازنہ کیا گیا ہے۔ کیا اس میں ایک کافر حکومت کے امن پسند رویہ کے باعث اسے شریف مکہ کی حکومت پر ترجیح نہیں دی گئی؟

۱۴۔ آئین میں کی جانے والی ترامیم واپس لی جائیں

پاکستان عوامی جمہوری پارٹی ایک نئی پارٹی ابھری ہے اس میں پاکستان پیپلز پارٹی کے کچھ رہنما بھی شامل ہیں لاہور میں اس پارٹی کے ارکان نے ایک پریس کانفرنس کی ہے۔ روزنامہ امروز لکھتا ہے:-

"پریس کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ ملکی آئین میں کی جانے والی ترامیم واپس لی جائیں اور اسے ۱۹۷۳ء کی شکل میں لایا جائے۔"

(امروز لاہور۔ ۹ اپریل ۱۹۷۷ء)

الفرقان: بات معقول ہے۔ ۱۹۷۳ء کا آئین بالاتفاق طے ہوا ہے۔ ترامیم موضوع اختلاف بنی ہوئی ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ترامیم کو واپس لے لیا جائے۔

۱۵۔ میدانِ جنگ کی فتح سے بھی بڑھ کر

ماہنامہ فکر و نظر لکھتا ہے:-

"تمہیں معلوم نہیں کہ میدانِ جنگ کی فتح سے بھی بڑھ کر دلوں کی آبادیوں اور روحوں کی اقلیموں کی فتح ہے اور اسی فتح سے میدانِ جنگ کی فتح مندیاں بھی حاصل ہوتی ہیں۔"

(ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد۔ جنوری ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۸۵)

الفرقان: درحقیقت یہی روحانی فتح اسلام کا مقصد ہے اور اسی غرض سے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے ہیں۔

۱۶۔ مسلمان گروہوں میں اصولی اور بنیادی اختلافات ہیں۔

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک پشاور لکھتا ہے کہ:-

"سب جانتے ہیں کہ اسلام کا نام لینے والے گروہ متعدد ہیں جن کے درمیان فروعی نہیں بلکہ ایسے اصولی اور بنیادی اختلافات موجود ہیں کہ اگر ایک گروہ کو مسلمان کہا جائے تو اصولاً دوسرے کو دائرہ اسلام سے خارج اور اس کے ادعائے اسلام کو غلط ماننا پڑے گا۔"

(ماہ صفر المظفر ۱۳۹۷ ہجری صفحہ ۱۸)

الفرقان: اختلافات ضرور ہیں مگر اتفاق اور اتحاد کے وجوہ بھی موجود ہیں۔ سیاسی دنیا میں ہر کلمہ گو کو مسلمان قرار دینا ان

شدید اختلافات کا ایک حل ہے

۱۷۔ سرکاری ملازمتوں میں شیعوں کا غلبہ

اسی مقالہ میں الحق لکھتا ہے کہ:۔

" ہمارے سنی قائدین و علماء نے تصور اتحاد بین المسلمین کی افیون اتنی زیادہ مقدار میں کھائی ہے کہ اس کے نشہ کی وجہ سے انھیں وہ نشانات نظر نہیں آتے۔ سیاست و نظم مملکت پر شیعوں کے تسلط کا تذکرہ گزشتہ سطروں میں کر چکا ہوں۔ وہ ایسی کھلی ہوئی بات ہے جسے ہر شخص دیکھ سکتا ہے داخلی و خارجی سیاست پر شیعی چھاپ کو دیکھنے کے لئے تو معمولی غور و فکر کی بھی ضرورت ہے مگر سرکاری ملازمتوں میں شیعوں کا غلبہ تو مشاہدہ ہے جس کے لئے ادنیٰ تامل کی بھی ضرورت نہیں "

(الحق۔ ماہ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ ص ۲۳)

الفرقان : ہمیں تو معلوم نہیں کہ یہ شکایت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اس کی بحث اخبارات اور رسائل میں بھی جاری رکھی جائے۔ کیا حکومت سرکاری ملازمتوں کے بارے میں اس شکایت کا ازالہ نہیں کر سکتی؟

۱۸۔ کیا واقعی یہود کا یہ منصوبہ ہے؟

الحق لکھتا ہے کہ:۔

" اسلام کو العیاذ باللہ مٹانے اور اسلامی دنیا پر غلبہ و تسلط حاصل کرنے کے لئے انھوں نے (یہود نے) یہ منصوبہ بنایا ہے کہ دنیائے اسلام پر شیعوں کو مسلط کر دیا جائے اور ان کے توسط سے ان پر اقتدار حاصل کیا جائے۔ اس کا تازہ اور بہت واضح نمونہ مقتل لبنان ہے۔ جہاں شامی شیعوں اور خود لبنانی شیعوں نے یہود اور مسیحیوں سے مل کر فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کیا "

(الحق۔ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ)

الفرقان : یہ بڑی بھیانک صورت حال ہے۔ قابل غور یہ امر ہے کہ کیا واقعی یہود نے ایسا منصوبہ بنایا ہے اور وہ اس میں کامیاب ہو رہے ہیں؟

۱۹۔ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دلانے میں شاہ فیصل کا ہاتھ

ہفت روزہ اہلحدیث لاہور شاہ فیصل کے متعلق لکھتا ہے کہ:۔

" ۱۹۷۴ء میں مسلم سربراہ کانفرنس کے موقعہ پر ذوالفقار علی بھٹو کو قادیانیوں کے خوفناک عزائم، خطرناک منصوبوں سے آگاہ کیا، ان کی ملت فروشی، اسلام دشمنی اور اسرائیلی و مرزائی گٹھ جوڑ سے باخبر کیا اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے اواخر میں اپنا **خصوصی ایلچی بھیج کر بھٹو صاحب کو مرزائیوں کو** غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر آمادہ کیا " (۸ اپریل ۷۷ء ص ۶)

الفرقان : اگر یہ مفروضہ مرحوم شاہ فیصل نے ہی جناب بھٹو کو بتائے تھے تو بھٹو صاحب کی زیرکی، دانائی اور فراست کدھر گئی تھی؟ اگر شاہ فیصل نے ہی احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا ہے تو اس کا بوجھ

ہزار سال پہلے کا تاریخِ اسلام کا ایک ورق

حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا اعلان

جناب شیخ عبدالقادر صاحب محققِ عیسائیت لاہور

اخویم مکرم جناب مولوی بشارت احمد صاحب بشیرؔ نائب وکیل التبشیر تحریک جدید نے MEDIEVAL ISLAM. کتاب کے [illegible] عاجز کو بھجوائے۔ اس نوٹ کاپی میں ایک قیمتی حوالہ ہے۔ اس پر تحقیق پیشِ خدمت ہے۔

آج سے ایک ہزار سال پہلے کے عالمی نقشہ پر ایک نگاہ ڈالیں۔ ایک طرف عالمِ اسلام پر مشتمل خلافتِ عباسیہ بغداد ہے اور دوسری طرف عیسائی بلاک میں مشرقی بازنطینی رومی سلطنت، اہلِ بازنطین، سلطنتِ بغداد کے [illegible] اور مستقل دشمن تھے۔ جب بھی مسلمان تشتت و افتراق کا شکار ہوتے قسطنطنیہ کے بزنطینی فرمانروا اس سے فائدہ اٹھاتے اور ان پر چڑھ دوڑتے۔ اسی زمانہ میں رومی حکمران نکیفورس نے ایشیائے کوچک سے دریائے فرات تک فتوحات حاصل کیں۔ شمالی شام مسلمانوں سے چھن گیا اب اس نے یروشلم آزاد کرانے اور مکہ معظمہ پر چڑھائی کرنے کا منصوبہ بنایا۔ تاریخ کی ایک جھلکی آئینۂ ایام میں یوں لکھتا ہے:۔

"Nincephoos saw himself as freeing Jerusalem and marching on the Mecca" (Religion in the Middle east by A.G. Arbery Vol I P. 249)

بزنطینی حکمران نکیفورس (۹۶۳-۹۶۹ء) خواب دیکھنے لگا کہ وہ یروشلم کو آزاد کرانے کے بعد مکہ معظمہ کی طرف مارچ کرے گا۔ اس کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا کیونکہ اس کے قابل ترین جرنیل نے محل ہی میں بے دردی سے اسے قتل کر دیا اس سازش میں ملکہ بھی شامل تھی[1]

---

[1] Byzantium by Bayer and [illegible] Moss P. 22-23.

تاریخ اسلام کا ایک ورق، جو کہ ہم قارئین کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں اس زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے رومی اور مسلمانوں کی آویزش کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

- نویں صدی کے آخری ربع میں بازنطینی رومیوں نے اسلامی سلطنت کی افراتفری سے فائدہ اٹھایا اور سرحدی صوبوں پر یورش کردی لیکن جب شام پر احمد ابن طولون کا قبضہ ہوا تو اس کے گورنر نے انھیں شکستیں دینا شروع کیں۔

- دسویں صدی کے آغاز میں قرامطہ کے فتنہ سے شہ پاکر بازنطینی حکومت نے ایشیائے کوچک میں مسلمانوں کا ناطقہ بند کردیا کیونکہ قرامطہ کی تباہ کاریوں کے باعث خلافت عباسیہ دوبارہ مفلوج و مضمحل ہو گئی تھی۔ اس کے بعد خلیفہ مکتفی (۹۰۲ء تا ۹۰۷ء) نے بازنطینی افواج کو شکستیں دیں اور مصر پر بھی مستقل قبضہ کرلیا۔ مکتفی نے قرامطہ کا زور بھی بہت کچھ توڑ دیا تھا۔

- دسویں صدی کے وسط میں ایک ترک جرنل توزون نامی نے بغداد پر قبضہ کرلیا۔ اور خلیفہ عباسی متقی کو پکڑ کر معزول اور اندھا کردیا۔ اسی زمانہ میں بازنطینیوں نے حیائے فرات کے پار نصیبہ تک تمام اسلامی علاقے کو برباد و پامال کر ڈالا۔

- ۹۶۷ ۔ ۹۶۶ عیسوی میں مسلمانوں اور بزنطینیوں میں آویزش انتہا پر تھی۔ ایک بزنطینی خطیب نے مسلمانوں کا معیار اور حوصلہ گرانے اور لوگوں میں جوش و خروش پیدا کرنے کے لئے ایک قصیدہ لکھا جسے ہم رزمیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس میں قیصر کی تعریف، اس کی مہمات کی توصیف کے علاوہ مسلمانوں کے بعض مرتد جو غلط عقائد سے فائدہ اٹھایا

اور اشتعال انگیزی اور ہجو رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حد کردی۔ اسلامی کیمپ سے اسلام کے ایک بطل جلیل اور غیور فرزند نے جواب دیا۔ یہ قصیدے یا رزمیے آثار سے مل گئے ہیں ان کا ترجمہ یونیورسٹی آف شکاگو کے ایک مستشرق G. E. VON GRUNEBAUM نے ایک مشہور میگزین میں شائع کر دیا ہے[1] اور پھر اپنی کتاب میں کچھ اشعار درج کئے ہیں۔ یہ طویل قصیدہ ہے اور ان پر مشتمل ترجمہ ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ بجز افسوسناک ہے۔ دل نہیں چاہتا کہ اسے نوک قلم پر لایا جائے لیکن تصویر کے اس رُخ کے بغیر اسلام کے فرزند غیور کے دندان شکن اور ترکی بہ ترکی اس جواب کی لذت نہیں آئے گی۔ جو اسلامی کیمپ سے دیا گیا۔ عیسائی دربار میں جو قصیدہ پیش کیا گیا اس کے جواب کے لئے نقل کفر کی ناگواری تھوڑی دیر کے لئے آپ بھی برداشت کرلیں۔ ہم اپنے دل پر پتھر رکھ کر، ایک دو فقرے اس جگہ درج کریں گے۔ "جواب آں غزل" کے بعد یہ ناگواری ختم ہو جائیگی اور خوشگواری میں بدل جائے گی۔

بزنطینی خطیب نے دربار میں جوشیلی خطابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ تو سارے شرق کو فتح کرلے گا اور طاقت و قوت کے بل بوتے پر اپنے مذہب کو پھیلا دے گا۔ دلیل اس تعلّی کی یہ ہے۔ اس نے کہا:—

"ہاں یسوع کو دیکھو! اس کا تخت، بلند آسمانوں کے اوپر رکھا ہے اور جس نے یسوع کے ساتھ خود کو

---

[1] ANALECTA ORIENTALIA, XIV (1937): 41–46)

وابستہ کر لیا وہ عدالت کے روز اپنی مراد پا لیگا اور نجات سے ہم کنار ہوگا۔"

اب مسلمان مخاطب ہیں۔ خاکش بدہن بزنطینی خطیب نے کہا:-

"لیکن تمہارا صاحب اور ساتھی وہ ہے جسے قبر کی نمی نے زیر زمین ننا اور تحلیل کر دیا اور وہ بوسیدہ ہڈیوں کے درمیان ایک مشتِ استخوان بن گیا بلکہ ہڈیوں کا چورا۔"

یہ قصیدہ جب اسلامی دربار میں پہنچا تو کہرام مچ گیا۔ اس وقت کے اکابر علماء میں سے جناب القفال ایک فقیہہ اور مناظر اسلام تھے۔ اسلام کے ایک غیور فرزند۔ آپ نے اسی طرز میں اس کا جواب لکھا اب جواب ملاحظہ ہو:-

"جو شخص مشرق اور مغرب کو فتح کرنے کی تمنا رکھتا ہے اور صلیب کے ذریعہ اپنے عقیدے کی ترویج چاہتا ہے وہ ان تمام لوگوں میں کمینہ تر ہے۔ جو اپنی خواہشات کے گھوڑے پر سوار ہیں۔ جو شخص اپنی صلیبوں کے سامنے دو زانو ہے ان کی خدمت کرتا ہے اور اس واسطے سے راہ ہدیٰ پانے کی خواہش رکھتا ہے وہ ایسا گدھا ہے جس کی ناک داغی گئی ہے اے نادان سُن لے اگر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر موت آئی تو (مرسلین کی سنت ہے) حضور نے اس نظیر کی پیروی کی جو بڑی شان رکھنے والے نبیوں کا نمونہ تھا اور پھر یہ بھی سوچو! یسوع نے بھی وقت مقررہ پر وفات پائی۔ وہ اس جہان فانی سے گزر گیا۔ جیسے آدم کی اولاد میں دوسرے

انبیاء فوت ہو گئے ہیں۔"

(Medieval Islam by Gustave E. Von Grunebaum. P. 18-19.)

اس جواب نے دشمن کو خاموش کر دیا اس نے جان لیا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو بلند آسمانوں پر جسمانی طور پر رفع عیسیٰ کے قائل ہیں بلکہ ان کا سب سے بڑا عالم وہ شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ:

ابن مریم مرگیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم

اب آیئے جناب القفال سے آپ کا مختصر تعارف کروا دیں۔ عربی قاموس شخصیات "اعلام قاموس تراجم" تالیف خیر الدین الزرکلی (جلد ۷ صفحہ ۱۵۹ کالم ۱) میں لکھا ہے:-

القفّال - ۲۹۱ - ۳۶۵ ھ
۹۰۴ - ۹۷۶ م

محمّد بن علی بن اسماعیل الشاشی القفّال، ابوبکر: من اکابر علماء عصرہ بالفقہ والحدیث واللّغۃ والادب من اھل ما وراء النھر. وھو اوّل من صنف الجدل الحسن من الفقہاء وعنه انتشر مذھب الشافعی. فی بلادہ مولدہ ووفاتہ فی الشاش (وراء نھر سیحون) رحل الی خراسان والعراق والحجاز والشام من کتبہ "اصول الفقہ" و "محاسن الشریعۃ" وشرح رسالۃ

الشافعی"[1]

القفال ۲۹۱ھ میں پیدا ہوئے وفات ۳۶۵ھ ہے یعنی ۹۰۴-۹۷۶ عیسوی ان کا زمانہ ہے۔ آپ کا پورا نام یوں ہے۔ محمد بن علی بن اسماعیل الشاشی، القفال۔ ابوبکر۔ اس کے بعد لکھا ہے:۔

"وہ اکابر علماء زمانہ میں سے تھے فقہ، حدیث لغت وادب کے عالم بے بدل۔ القفال ماوراء النہر کے رہنے والے تھے وہ فقہاء میں سے پہلے ہیں جنہوں نے (جادلہم بالتی ھی احسن کے پیش نظر) مباحثات ومناظرات کے سلسلہ میں تصانیف کیں۔ انہی کے دم سے مذہب شافعی ماوراء النہر کے بلاد وامصار میں پھیلا۔ ان کی ولادت اور وفات نہر جیحون کے پار "الشاش" میں ہوئی۔ (یعنی تاشقند میں) انھوں نے زندگی بھر خراسان، عراق، حجاز و شام میں سفر کئے۔ ان کی تصانیف میں "اصول الفقہ" (۲) "محاسن الشریعۃ" (۳) شرح "رسالۃ الشافعی" ہے۔"

ظاہر ہے کہ القفال بہت بڑے پایہ کے بزرگ تھے مذہب شافعی کے وہ گویا ستون تھے۔ انھوں نے برملا طور پر یہ اعلان کیا کہ مرنا نبیوں کی سنت ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور بتادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت سب نبی فوت ہوگئے۔

یہ جواب اسلامی دربار میں پڑھا گیا اس زمانہ کے علماء نے سنا پھر بزنطینی دربار میں پہنچا اور دونوں قصیدے بیاز نطینی محفوظ ہو گئے۔ عصر حاضر میں منکشف ہوئے۔ اس انکشاف سے صاف ظاہر ہے کہ حیات عیسیٰ کا عقیدہ امت کا متفقہ نہیں ہے۔ غیرت اسلامی نے بارہا اس عقیدے کو رد کیا ہے۔

"خریدۃ العجائب" تصنیف ہے علامہ ابن الوردی (۷۴۹ھ) کی۔ اس میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کے تین گروہ میں دو فرقے ایسے ہیں جو وفات مسیح کے قائل ہیں اور نزول سے مثیل مسیح کی بعثت مراد لیتے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ آنے والا روح مسیحا لے کر آئے گا۔ (ص ۲۱۴)

القفال اور اس دور کے بعض دوسرے علماء اسی عقیدہ کے تھے۔ انھوں نے کھلے بندوں جملہ انبیاء کی وفات اور بالخصوص حضرت مسیح کی وفات کا اعلان کیا اور ڈنکے کی چوٹ خلافت عباسیہ میں اس عقیدے کا اظہار کیا۔ بزنطینی کیمپ میں بھی اس کی صدائے بازگشت سنی گئی۔ اور دوسرے علماء نے بھی اس عقیدے کو مانا۔ ورنہ دربار سے اس کی توثیق محال تھی۔ قرآن کریم میں ہے:۔

"اور ہم نے کسی انسان کو تجھ سے پہلے غیر طبعی عمر نہیں بخشی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو مر جائے اور دوسرے زندہ جاوید ہوں۔ ہر جان موت کا مزا چکھنے والی ہے۔" (انبیاء: ۳۶-۳۵)

---

[1] وفیات الاعیان ۱: ۴۵۸، وتہذیب الاسماء واللغات ۲: ۲۸۲، وطبقات السبکی ۲: ۱۷۶، ومفتاح السعادۃ ۱: ۲۵۲، شذرات ۳: ۵۱، وفیہ وفاتہ ۳۳۵ او ۳۳۶ھ وقیل ۳۶۵۔"

القفال کا جواب اسی آیت مبارکہ سے عبارت اور اسی کی تعبیر اور تفسیر ہے۔

ضروری حوالے

آخر میں MEDIEVAL ISLAM کا حوالہ درج ذیل ہے۔ دونوں قصیدوں کے اشعار کا انگریزی ترجمہ یہ ہے:-

"The Christian announces that he will conquer the East and spread the religion of the Cross by way of force:
And Jesus, His throne is high above the heavens. Who is allied with Him reaches his goal (i-e, salvation) on the Day of Strife (i.e, Judgment Day.)
But your companion (i.e, Mohammed), the moisture (of the grave) annihilated him below the ground, and he has turned (a heap of) splinters among those decayed bones."

"The Muslim shaikh retorts in the same vein:-

Whoever desires the conquests of East and West propagandizing for the belief in a cross is the meanest of all who nourish desires.
Who serves the crosses and wishes to obtain right guidance through them is an ass with a brand mark on his nose,
And if the Prophet Mohammed has had to die, he (only) followed the precedent set by every exalted prophet.
And Jesus, too, met death at a fixed term, when he passed away as do the prophets of Adam's seed."

○

ضروری درخواست

(۱) خریدار احباب اپنی خط و کتابت میں اپنا خریداری نمبر ضرور درج فرمایا کریں۔

(۲) جب آپ کا پتہ تبدیل ہو تو اس کی اطلاع فوری دے کر ممنون فرمائیں تا رسالہ ضائع نہ ہو اور آپ کو تکلیف نہ ہو

(منیجر)

"پولینڈ میں اسلامی آثار اور یادگاریں"

یہ کتاب وارسو یا یونیورسٹی پولینڈ میں مشرقی زبانوں کے پروفیسر جان ریخمان کی ۱۹۵۸ء کی تالیف ہے

ترجمہ از جناب میاں رمضان علی صاحب احمدی لندن

قدیم زمانوں سے پولینڈ کے مشرقِ اسلامی کے ساتھ مضبوط تعلقات رہے ہیں اور اس اہمیت کا باعث یہ ہے کہ وہ مشرقی یورپ کا مرکز ہے اور اسی لئے یہ تجارتی، سیاسی اور جنگی امور میں کئی مشرقی ممالک سے متصل رہا ہے اور ان تعلقات نے پولینڈ کو اسلامی ممالک سے ارتباط قائم رکھنے میں مدد دی ہے اور اس تعلق وارتباط کو وہ تمام اسلامی اور تاریخی آثار بھی جو ابھی تک پولینڈ کی تمام اطراف ونواحی میں قائم و موجود ہیں ثابت کرتے ہیں۔

یہ امر سب جانتے ہیں کہ پولینڈ کے بادشاہ اپنے ملک میں آباد مسلمانوں اور مذہب اسلام پر نظر عنایت رکھتے تھے، ان میں سے کچھ حصہ فوجی لوگ تھے، کچھ مالکان اراضی، اور کچھ دیگر ملازمتوں اور زراعت اور مختلف پیشوں میں کام کرنے والے لوگ تھے۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ انہیں اپنی عبادات کی ادائیگی کے لئے پوری آزادی حاصل تھی اور وہ پولینڈ کے بادشاہوں کی اجازت سے اپنی مساجد میں تمام اسلامی تہوار اور رسوم مناتے تھے۔ ایسے ہی انہوں نے اپنے ائمہ مساجد اور مؤذن وغیرہ رکھے ہوئے تھے اور روزانہ اسلامی واجبات بجا لاتے تھے کسی مسلمان کی موت پر اس کی تکفین وتدفین اسلامی طریق پر اسلامی مقبرہ میں ہوتی تھی۔

ان مسلمانوں کے تعلقات اپنے ممالک کے ساتھ ایسے ہی قائم رہے مسلمان علماء ان کی خاندانی مشکلات کا حل کیا کرتے تھے اور انہیں حج بیت اللہ الحرام کی سعادت بھی حاصل ہوتی تھی اور جب ان میں سے ایک حج کر کے واپس آتا تو اسے محترم حاجی کے نام سے بلایا جاتا۔

ان پولینڈی حاجیوں میں سے ایک جس نے ۱۵۵۸ء مطابق ۹۶۵ھ کو حج کیا تھا کا سفرنامۂ حج اس ملک کا ایک مطبوعہ اخبار میں شائع ہوا ہے۔ اور اس روزنامہ میں اور

حاجیوں کے اسماء بھی مذکور ہیں مثلاً بولات حاجی ۱۵۰۰ء، کوسینکو ز ۱۵۲۸ء، بردی ۱۵۲۸ء، پیران شوتر کوف ۱۵۵۹ء، مریت آریموزیز ۱۵۶۵ء، حاجی بولیت ۱۵۹۷ء، میسکو دلسبوتیتز ۱۶۳۱ء، اور یعقوب موتزا-بوزاکی جنہوں نے فریضہ حج ۱۷۹۰ء اور ۱۸۰۰ء کے درمیان اس وقت ادا کیا جبکہ وہ ابھی ۱۸۱۵ء تا ۱۸۱۸ء کے لئے نیشنل اسمبلی کا ممبر منتخب نہیں ہوا تھا۔

یہ مسلمان اپنے روزانہ رہن سہن میں پولش زبان اور اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے عربی زبان استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح مسلمانوں کی قبروں کے کتبات بھی عربی میں لکھے جاتے تھے اور قرآن کریم اور دیگر اسلامی تعلیمات کی حفاظت کی خاطر ان کے علماء و ملا صاحبان اس زبان عربی کی حفاظت کرتے تھے اسی طرح پولش زبان کے قصص کو وہ عربی حروف میں لکھ کر مسلمانوں کو سناتے تھے۔ اسی صورت پولینڈ میں بعض کتابیں عربی زبان اور عربی خط میں پائی جاتی تھیں اور بعض پولش زبان کی کتابیں عربی حروف میں لکھی ہوئی تھیں اور ابھی تک مسلمانوں کے پاس ان دونوں قسم کے نمونے موجود ہیں اور وہ انہیں بڑی احتیاط اور قدر سے رکھتے ہیں۔

پولش مسلمان اپنے نئے وطن سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض اس کی جنگ آزادی میں شریک ہوئے ہیں مثلاً کمانڈر بیلاک اور اس کے ساتھیوں نے کوشوسکو کے انقلاب میں بہت بڑا کارنامہ دکھایا ہے۔

مشہور و ملی شاعر آدم متسکیوتش نے اپنے بہت سے معاصر پولش مسلمانوں کا تعارف کرایا ہے اور اس شاعر نے اپنے بعض قصائد کو مسلمانوں کی قابل تعریف صفات کے ذکر کے لئے وقف کیا ہے۔ اسی طرح اور ادباء نے بھی اس کی تقلید کی ہے مثلاً جولیوس سلواکی جیسے معروف شاعر نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح مشہور و معروف قصہ نویس ادیب ہنریک سینکوویچ نے بھی اپنے مشہور (ہیفیا) نامی قصہ میں ان مسلمانوں پر ڈرامہ لکھا ہے۔

جب ۱۷۹۵ء میں رشیا، پروشیا اور آسٹریا نے پولینڈ کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا تو اس وقت بھی مسلمان اپنے دیگر ہمسایوں کی طرح اس مصیبت میں پورے پورے شریک تھے۔

اسلامی مشرق اور پولینڈ کے درمیان لگاتار طور پر مضبوط تعلقات قائم رہے۔ مشرق کے بعض تاجر یہاں آکر آباد ہو گئے اور فوجی تحریکات اور تجارتی تعلقات کے سبب بہت سے مسلمان پولینڈ میں آ گئے اور ان کے مساجد و شعائر احترام سے دیکھے جاتے تھے بلکہ مختلف اوقات میں نئی مساجد بھی تعمیر ہوئیں اور ان کی عبادت کے اطوار اور اموات کا کفن دفن شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوتا تھا۔

پولینڈ میں قرآن مجید کی پہلی تفسیر ۱۸۳۰ء میں تیار ہوئی۔ بلکہ اس کا پورا ترجمہ جان بوزاک پھر الحاج یعقوب بوزاکی کے ہاتھوں ۱۸۵۸ء میں شائع ہوا ہے یہی یعقوب بوزاکی ہیں جن کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے کہ انہوں نے اٹھارویں صدی کے آخری حصہ میں فریضہ حج ادا کیا تھا۔

استقلال و آزادی پولینڈ کے حصول کے لئے یہاں کے مسلمانوں نے اپنی وطنی جنگ و مساعی میں بہت بڑا حصہ لیا ہے اور ان میں سے بہت سے آزادی وطن کے دفاع میں میدان جنگ میں مقام شہادت حاصل کر چکے ہیں۔

اور جب پولینڈ کو ۱۹۱۸ء میں استقلال (INDE-PENDENCE) مل گیا تو یہاں کے مسلمانوں کو دوسرے پولوں کی طرح پورے پورے حقوق مل گئے۔ تب انہوں نے اپنی مذہبی زندگی کو وسیع طور پر منظم کرنا شروع کیا اور ان میں سے بہت سے لوگ ملکی حکومت کے اہم عہدوں پر سرفراز ہوئے اور انہیں علمی میدانوں میں بھی شہرت حاصل ہوئی ہے۔

دوسری عالمگیر جنگ میں ہٹلر کے قبضہ و استحصال کے خلاف پولش مسلمانوں نے بھی خفیہ مقاومت و مقابلہ میں حصہ لیا اور اسی طرح اور بہت سے مسلم شہداء کا خون بہا اور اسی سبب حصول آزادی کے بعد پولش مسلمانوں کو مزید حقوق دینے کا فیصلہ کیا گیا اور ہر مسجد میں ایک امام صاحب کا تعین کی گئی تاکہ وہ مسلمان بچوں کو ارکان اسلام کی تعلیم دیں۔

پولینڈ کے مسلمانوں نے اپنے وطن کے قیام، اس کی اجتماعی و ثقافتی زندگی کی تنظیم میں ایک مثبت کردار ادا کیا ہے۔

چونکہ وارسو یا میں مسلمانوں کی بہت تھوڑی تعداد آباد ہے اسی لئے یہاں ان کے آثار اسلامیہ بہت تھوڑے ہیں لغدان شہروں کی طرح نہیں جہاں پر ان کی نسبتاً زیادہ تعداد بھی بستی ہے۔ اسی لئے یہاں اب ایک بھی مسجد نہیں ہے اور جو ایک آدھ تھی وہ گذشتہ جنگ میں گر چکی ہے۔

وارسا شہر میں ایک ہی قابل ذکر اسلامی طرز کی عمارت کے کچھ آثار جو باقی رہ گئے ہیں وہ ۔۔ وہ آذان گاہ ہے جو اٹھارھویں صدی میں کشتو ترقسا بعد پر تعمیر کی گئی تھی اور ہم یہ بھی یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ یہ ماذنہ نمازیوں کو اوائے نماز کے لئے بلانے کے لئے بنایا گیا تھا یا صرف بطور زینت نصب کیا گیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اس ماذنہ کے بنانے والے مسلمان نوجوان کا ایک دستہ تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی تاریخ تعمیر ۱۷۸۸ء ہے اور یہ کہ ستانسلاسی اوگسٹ شاہ پولینڈ کے بھائی پرنس پونیا تورسکی نے اپنے حساب و خرچ پر ایک انجینئر برانچ نامی کے ذریعہ بنوایا تھا۔

بعض ہم عصر مراجع کا کہنا ہے کہ اس پرنس کے باغ میں ایک ٹیلہ تھا جس پر یہ ترکی طرز کا برج یا ایوان کا تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کی سیڑھی دھات کی بنی ہوئی تھی۔ اور اسی طرح اس برج کے قریب ہی ایک چھوٹی سی عمارت بھی تعمیر کی گئی تھی جس پر عربی عبارات خوش نما طور پر تحریر شدہ تھیں اور یہ امام صاحب کے مسکن کے طور پر مشہور تھی یہ گھر مٹ چکا ہے اور ماذنہ یا برج باقی رہ گیا تھا اسے بھی دوسری عالمگیر جنگ نے مٹا دیا ہے۔ رہی وارسو یا میں اور آثار جن کا تعلق مسلمانوں سے ہے باقی ہیں کیونکہ یہ یہاں انیسویں صدی کے شروع میں بڑی تعداد میں آباد تھے اور اسی وجہ سے یہاں اسلامی مقبرہ بنوایا گیا اور میلیتا روسکا روڈ پر اس کا افتتاح ۱۸۲۹ء میں ہوا۔

اور اس مقبرہ میں دفن شدہ لوگوں میں سے ایک جان بوزاکی پسر الحاج یعقوب بوزاکی مترجم قرآن کریم ہیں اور مقبرہ بوزاکی دیگر اسلامی مقابر کا نمونہ ہے۔ لیکن یہ نصف ڈسک کی شکل پر تعمیر ہیں اور ان کے پتھروں پر عربی اور پولش نقوش و نگار بنائے گئے ہیں جن میں ایک ہلال کی شکل بھی ہے۔ ہاں اب مقبرہ کی شکل بدل چکی ہے اور وہ یورپین طرز کے ہو چکے ہیں تاہم یہ مشرقی ذوق سے خالی نہیں ہیں کیونکہ ان میں عربی الفاظ اور ہلال کی صورت

قسط ۳

حوادث طبعی یا عذاب الٰہی

(محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے قلم سے)

عذاب الٰہی کی جو قسمیں قرآن کریم کی بیان کردہ مذہبی تعلیم کی روشنی میں پیش کی گئی ہیں ان کے ذکر کے وقت یہ امر نظر انداز ہو گیا تھا کہ انبیاء کی بعثت کے بغیر بھی بعض اوقات طبعی حوادث کو عذاب کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب کوئی قوم اپنے اعمال اور اخلاق میں حد سے زیادہ گندی ہو چکی ہو۔ چنانچہ ایسے دور میں بھی مشیتِ الٰہی کے مطابق بعض اوقات حوادث بڑی شدت کے ساتھ ہجوم کر کے حملہ آور ہو جاتے ہیں اور اس طرح حوادث کو مشیت کے مطابق قومی سزا کے طور پر مسخر کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم عذاب کی اس نوع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَتِلْكَ الْقُرٰىٓ اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ○

(سورۃ الکہف آیت ۶۰)

ترجمہ:۔ اور وہ بستیاں جن کو ہم نے ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیا ہے (ان کے لئے موجبِ عبرت ہو سکتی تھیں) اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لئے پہلے سے ایک میعاد مقرر کر دی تھی (تا وہ چاہیں تو توبہ کر لیں)

وہ عذاب جو محض بد اعمالیوں کی وجہ سے سزا کے طور پر وارد کیا جاتا ہے اس کے لئے اگرچہ عمومی انتباہ آسمانی صحیفوں میں موجود ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس عذاب سے معاً پہلے کوئی پیشگوئی کی جائے اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ وہ عذاب کسی مذہب کے غلبہ پر منتج ہو۔

اس ضمنی بیان کے بعد ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعض ایسی پیشگوئیوں پر نظر ڈالتے ہیں جو اس زمانے کے انسان کو آنے والے آسمانی عذابوں سے متنبہ کرتی ہیں۔

طاعون

طاعون بھی بہت سی دوسری بیماریوں کی طرح ایک بیماری ہے جو طبعی محرکات کے نتیجہ میں پیدا ہوتی اور منتقل رہتی ہے لیکن کبھی یہ عذابِ الٰہی کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں

بھی اسی طرح ہوا لیکن پیشتر اس کے کہ آپ کی اس عظیم الشان پیشگوئی اور اس کے اثرات پر تفصیلی نظر ڈالی جائے بہتر ہوگا کہ تاریخی پس منظر میں طاعون کی پُراسرار بیماری کا کچھ جائزہ لیا جائے۔

طاعون کوئی ایسی بیماری نہیں جو عام وبائی بیماریوں کی طرح روزمرہ مختلف موسموں میں سر نکالتی رہے جیسے ملیریا یا انفلوئنزا گرمیوں میں یا سردیوں میں عموماً کسی نہ کسی شکل میں نظر آ ہی جاتے ہیں۔ طاعون کوئی سالانہ موسمی بیماری نہیں مگر محض یہی کہنے سے بات مکمل نہیں ہوتی۔ یہ کوئی ایسی بیماری بھی نہیں جو دو چار یا دس بیس سال کے بعد وبا کی صورت میں ظاہر ہوتی ہو جیسے چیچک وغیرہ متعدی امراض عموماً آٹھ دس یا بیس سال کا وقفہ دے کر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ طاعون ایسی تمام امراض سے اتنی مختلف ہے کہ آپس میں گویا انہیں کوئی نسبت نہیں۔ یہ ایک ایسی پُراسرار بیماری ہے جو ایک دفعہ تباہ کاری مچانے کے بعد جب دنیا سے رخصت ہوتی ہے تو بعض اوقات سینکڑوں سال تک منہ نہیں دکھاتی اور بعض اوقات طاعون کی دو وباؤں کا درمیانی عرصہ ہزار برس سے بھی بڑھ جاتا ہے اس لئے بلا شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام وبائی امراض میں سب سے زیادہ غیر معمولی بیماری طاعون ہے اور اس امر کے زیادہ قرین ہے کہ غیر معمولی عذاب الٰہی کا مظہر بنے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا اور تاریخ کی کتب میں طاعون کے بڑے پیمانے پر ظاہر ہونے کے جو واقعات محفوظ کئے گئے ہیں ان کی رُو سے طاعون کی ایک بڑی وبا حضرت مسیح کے واقعہ صلیب سے گیارہ سو سال پہلے فلسطین میں ظاہر ہوئی تھی اور اس نے ایک وسیع علاقے میں بڑے پیمانے پر تباہی مچائی تھی۔ طاعون کا یہ خطرناک حملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد تیسری صدی موسوی میں ہوا۔ لہٰذا یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ یہود کے بگڑنے کے بعد بنی اسرائیل کے علاقوں میں طاعون کا پھوٹنا ایک سزا کا رنگ رکھتا ہو اور ان معنوں میں اسے عذابِ الٰہی قرار دیا جائے۔

اس کے بعد پہلی مرتبہ ایک ہولناک وبا کی صورت میں یہ پہلی صدی عیسوی میں فلسطین اور اس کے گرد و پیش کے علاقوں میں ظاہر ہوئی جو بالعموم یہود کا مسکن تھے۔ طاعون کا دوسرا حملہ دوسری صدی عیسوی میں ہوا جو پہلے کی نسبت زیادہ وسیع علاقے پر پھیلا ہوا تھا اور شام، مصر اور لیبیا کے شمالی حصے بھی بشدت طاعون سے متاثر ہوئے۔ تیسری مرتبہ پھر طاعون کم و بیش ایک سو سال کے بعد تیسری صدی عیسوی میں ظاہر ہوئی اور اس مرتبہ اس کا پھیلاؤ پہلے سے بھی بڑھ کر تھا۔

طاعون کا اس طرح پے در پے کم و بیش ایک ایک سو سال کے وقفے سے ظاہر ہونا جبکہ پہلے بارہ سو سال تک اس کا کوئی وجود نہیں ملتا بہت معنی خیز ہے اور ہرگز بعید نہیں کہ ایک ایک سو سال کے مختصر وقفے میں بار بار پھوٹنا یعنی عیسائیت کی پہلی تین صدیوں میں سے ہر صدی میں اس کا ظاہر ہونا خاص

مشیّتِ الٰہی کے ماتحت ہو خصوصاً جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تینوں مرتبہ طاعون کا حملہ عیسائیت کے پھیلاؤ کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے تو مزید ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ یہ طاعون کی وبا عذابِ الٰہی کی حیثیت رکھتی تھی اور ان قوموں کے لئے سزا کے طور پر وارد ہوئی تھی جنہوں نے عیسائیت پر ہولناک مظالم توڑے۔ پہلی صدی میں طاعون کا حملہ فلسطین پر ہوا جو حضرت عیسٰے علیہ السلام اور اُن کے صحابہ پر توڑے جانے والے انتہائی سنگین اور دردناک مظالم کی پہلی آماجگاہ تھا۔ دوسرا حملہ عیسائیت کے پھیلاؤ کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوئے ان مشرقی ممالک میں ہوا یعنی شام، فلسطین اور مصر جہاں بنی اسرائیل بکثرت پائے جاتے تھے اور جو اوّلین طور پر عیسائیوں پر ظلم کرنے میں پیش پیش تھے۔ تیسرا حملہ اُس وقت ہوا جب تیسری صدی میں سلطنتِ روما کے یورپین حصہ میں بھی عیسائیت پر مظالم توڑے جانے لگے۔ اس حملے میں سلطنتِ روما کے یورپین ممالک خاص طور پر متاثر ہوئے اور عام طور پر یہ کہا جانے لگا یہ عیسائیوں کی نحوست ہے جس کی وجہ سے طاعون پھوٹی ہے۔ یہ ویسا ہی الزام ہے جیسے قرآن کریم کے بیان کے مطابق اصحاب قریہ نے اپنی طرف مبعوث ہونے والے رسولوں پر لگایا اور کہا کہ ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں لیکن ان رسولوں نے یہ جواب دیا کہ طَآئِرُکُمْ مَعَکُمْ ہرگز نہیں بلکہ تم تو اپنی نحوست خود اپنے ساتھ لئے پھرتے ہو۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت پر ظلم کرنے والے ظالم جہاں جہاں بھی ظلم کی نحوستیں ساتھ لے کر گئے وہیں وہیں طاعون نے ان کا تعاقب کیا اور عبرتناک سزا دی۔

عذابِ الٰہی سے دوسری مماثلت

ان تینوں وباؤں میں یہ نظر آتی ہے کہ باوجود اس کے کہ عیسائی کمزور اور غریب تھے اور جیسا کہ گزر چکا ہے بسا اوقات اندھیری غاروں میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ لہٰذا اگر عام حوادثِ زمانہ کی نوعیت کی کوئی چیز ہوتی اور الٰہی تصرّف نہ ہوتا تو سب سے پہلے سب سے زیادہ کمزور اور غریبانہ زندگی بسر کرنے والے اور تاریک غاروں میں بسنے والے عیسائیوں کو اس مرض کا شکار ہونا چاہیئے تھا لیکن یہ عجیب بات نظر آتی ہے کہ طاعون کے یہ حملے ہر بار عیسائیت کو پہلے سے قوی تر حالت میں چھوڑ گئے۔ یہاں تک کہ سنہ ۲۷۰ء عیسوی میں یعنی تیسری صدی کے آخر پر طاعون کا جو تیسرا حملہ ہوا اُس نے آخری مرتبہ عیسائیت کو کمزور حالت میں دیکھا۔ چوتھی صدی عیسائیت کے غلبہ کی صدی ہے جس کے ظاہر ہوتے ہی طاعون جس پُراسرار طریق پر ظاہر ہوئی تھی اسی پُراسرار طریق پر غائب ہو گئی یہاں تک کہ پھر پورے تین سو سال تک کہیں نظر نہ آئی ——— چھٹی صدی عیسوی عیسائی کلیسا کے اخلاقی لحاظ سے تباہ و برباد ہونے کی صدی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ تمام عیسائی دنیا میں فسق و فجور پھیل چکا تھا اور وہ جو کبھی مظلوم تھے سخت ظالم اور سفاک ہو چکے تھے۔ تب وہی طاعون جو کبھی اُن کے ادنیٰ خادم کی حیثیت سے ان کی تائید میں ظاہر ہوا کرتی تھی اِس مرتبہ انہیں سزا دینے کے لئے آئی۔ اور قابلِ غور امر یہ ہے کہ طاعون کا یہ حملہ اپنی وسعت

میں کم و بیش ساری عیسائی دنیا کو گھیرے ہوئے تھا۔ یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ عیسائی لوگ اب تائیدِ الٰہی سے محروم ہو گئے ہیں۔ چنانچہ یہ حقیقت بہت معنی خیز اور مسلمان کے لئے ایمان افروز ہے کہ طاعون کا یہ حملہ بعینہٖ اُسی زمانہ میں ہُوا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عرب میں ولادت ہوئی۔ طاعون کے اس حملے نے پچاس سال تک یعنی کم و بیش ظہورِ نبوت تک عیسائی دنیا کا پیچھا نہیں چھوڑا گویا کہ وہ زبانِ حال سے یہ اعلان کر رہی تھی کہ اب تم الٰہی نصرت کے حقدار نہیں رہے۔ پس ہمارا یہ کہنا کہ طاعون کی یہ وبا بھی ایک غیر معمولی عذاب کی حیثیت رکھتی تھی جو سزا کے طور پر عیسائی دنیا پر نازل ہوئی محض ایک خوش اعتقادی نہیں بلکہ عین قرینِ قیاس ہے اور واقعات کی انگلی اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔ اس طاعون کی ایک تعجب انگیز حرکت یہ تھی کہ اس نے شام اور فلسطین کو تو خوب اپنی لپیٹ میں لیا اور وہاں سے نکل کر مصر میں جا پہنچی اور پھر سمندر پار یورپ کے مختلف ممالک میں تہلکہ مچا دیا لیکن سرزمینِ حجاز کا رُخ نہیں کیا گویا اس کے سامنے ایک سدِّ سکندری کھڑی تھی حالانکہ عام اصول کے مطابق مکہ جو شام سے جنوب کی طرف جانے والی قدیم تجارتی شاہراہ پر واقع تھا تجارتی قافلوں کے ذریعے وہاں تک اس کے اثرات پہنچنے زیادہ قرینِ قیاس تھے مگر یہ متعدی مرض کسی خاص قدرتِ الٰہی کے تحت مسخر ہو کر محض عیسائی دنیا تک محدود رہی۔

اس کے بعد طاعون آٹھ سَو سال تک اِس دنیا سے غائب رہی اور پھر اس نے ۱۳۴۷ء میں ظاہر ہو کر ۱۳۷۵ء تک دنیا کے ایک وسیع تر خطے میں جولانی دکھائی۔ یہ وہ دَور ہے کہ ایک طرف اسلامی دنیا شدید اخلاقی انحطاط کا شکار ہو چکی تھی تو دوسری طرف عیسائی دنیا میں بھی حد سے زیادہ فسق و فجور پھیل چکا تھا۔ اس زمانہ کے کلیسیا کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ monasteries یعنی راہب خانے جہالت اور اوباشی کا اڈہ بنے ہوئے تھے اور ظلم اور سفاکی کا یہ عالم تھا کہ مذہبی اختلافات کی بنا پر کلیسیا کی اجازت ہی سے نہیں بلکہ کلیسیا کے ایماء اور حکم پر بے دریغ ہزاروں انسانوں کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ عیسائیت پر پہلے تین سَو سال میں اجتماعی طور پر اتنے ظلم نہ ہوئے ہوں گے جتنے عیسائیت نے اپنی تاریکی کی صدیوں میں سے ہر صدی میں غیروں اور اپنوں پر توڑے۔ طاعون کا اس زمانہ میں اس علاقہ میں پھوٹنا اور اس شدت سے پھوٹنا ان واقعات کو دیکھتے ہوئے ہرگز تعجب انگیز نہیں رہتا۔ اہلِ یورپ کی سفاکی کا یہ عالم تھا کہ خود عیسائی مؤرخین کے بیان کے مطابق بعض شہروں میں ہزارہا یہود کو محض اس لئے زندہ آگ میں جلا دیا گیا کہ ان پر یہ الزام تھا کہ طاعون اُن کی وجہ سے پھوٹی۔ چنانچہ مشہور مؤرخ ایچ۔ اے ایل فشر اس دَور کی جہالت اور سفاکی کی ایک مثال دیتے ہوئے لکھتا ہے :-

"Among The moral

اور بعض دوسرے جرمن بولنے والے
قصبات میں حملوں کا ایک سلسلہ شروع
ہو گیا سینکڑوں ، ہزاروں یہودیوں
کو محض اس توہم کے نتیجہ میں نذر آتش
کیا جاتا رہا کہ کیتھولک کلیسا میں
بد اعتقادی پیدا کرنے کے لئے
طاعون کی وبا یہودی نسل کے
ہاتھوں میں ایک ہولناک آلہ کار کی
حیثیت رکھتی ہے ۔

بہر حال عیسائی دنیا کا یہ دَور ایک انتہائی کریہہ المنظر
دَور ہے ۔ پس اگر ظلم و ستم کا کوئی دَور بھی عذاب الٰہی کو
دعوت دے سکتا ہے تو بلاشبہ یہ وہ دَور ہے جو
پکار پکار کر عذاب الٰہی کو دعوت دے رہا تھا ۔ اگر
ہمارا یہ نظریہ درست ہے کہ ظلم و ستم کا اوّلین ذمہ دار
کلیسا تھا تو طبعی طور پر ہمیں یہ بھی توقع رکھنی چاہیئے
کہ طاعون کا اوّلین شکار بھی اہلِ کلیسا کو ہی ہونا
چاہیئے ۔ جب ہم تاریخ پر اس پہلو سے نظر ڈالتے ہیں
تو بعینہٖ وہی منظر نظر آتا ہے ۔ سب شہروں اور بستیوں
اور مقامات سے بڑھ کر طاعون کو اپنے حملوں کے لئے
اگر کوئی جگہ مرغوب تھی تو وہ عیسائی راہب خانے ہی
تھے ۔ اس امر کا ذکر کرتے ہوئے ایچ ۔ اے ۔ ایل فشر
اپنی مشہور تاریخ یورپ میں رقمطراز ہے :-

"Rather it would
be true to say
that the sudden
results of this
disaster The most
shameful was a
series of attacks
upon The Jewish
population, who at
Mainz and other
German-Speaking
Towns were burned
in Their hundreds
and Thousands by
an infuriated mob
in The belief that
The plague was a
malignant device
of The Semitic race
for The con-
fusion of The Catho-
lic Creed."

(A History of Europe
by H.A.L Fisher
P 319)

ترجمہ :- اس آفت کے اخلاقی نتائج میں سے
سب سے زیادہ قابلِ شرم یہ تھا کہ
اس کے نتیجے میں یہود آبادیوں پر مینز

destruction of life (which was specially evident in the monestries) had set in motin a series of small shiftings, which, in their accumulated and accumulating affects, amounted to a revolution."

(A History of Europe by H.A.L. Fisher P. 320)

ترجمہ :- غالباً یہ کہنا درست ہوگا کہ زندگی کی اچانک بیخ کنی نے (جو بالخصوص عیسائی راہب خانوں میں نمایاں طور پر نظر آتی تھی) ایک ایسا محرکات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جس نے مجموعی حیثیت سے وہ نتائج پیدا کئے جنہیں انقلاب کا نام دیا جا سکتا ہے۔

طاعون نے نہ صرف اپنی تباہ کاری کے وقت monestries (راہب خانوں) کو بالخصوص شکار بنایا بلکہ اس کے بعد کے اثرات بھی کلیسا کے لئے بڑے مہلک ثابت ہوئے اور کلیسا کی طاقت کو توڑنے اور ایک نئی طرزِ فکر پیدا کرنے میں اس طاعون نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ کلیسا پر اس کے براہِ راست اثر کا ذکر کرتے ہوئے یہی مورخ انگلستان کی مثال پیش کرتا ہے اور لکھتا ہے :-

"In the monostries a marked decline in litrary activity and discipline: in the impoverished country parishes empty rectories and absentee priests."

(A History of Europe by H.A.L. Fisher P. 320

ترجمہ :- اس طاعون نے حسب ذیل مذہبی نتیجہ پیدا کیا کہ مذہبی اداروں اور راہب خانوں میں اسی طاعون کے نتیجے میں علمی دلچسپیوں اور تنظیم و ضبط میں غیر معمولی کمی واقع ہوگئی اور غریب دیہاتی کلیساؤں میں اس کا یہ اثر پڑا کہ کہیں تو منتظم پادری ہی موجود نہ تھے اور کہیں پادری مقرر تو تھے مگر اکثر غیر حاضر رہنے والے۔

یہ طاعون ایک اور پہلو سے بھی دلچسپ مطالعہ کا

موادپیش کرتی ہے کہ اس کا دائرہ عمل اس مرتبہ صرف عیسائی دنیا تک محدود نہیں رہا بلکہ اسلامی دنیا کو بھی اس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مسلمانوں کے حالات پر اگر غور کریں تو وہاں بھی بعینہٖ وہی شکل نظر آتی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعۂ صلیب کے چھ سو سال بعد عیسائی دنیا کی تھی۔ اسی طرح عیسائیت تین صدیوں تک بالعموم نیکی کی راہ پر چلتے ہوئے بالآخر اپنے غلبہ کے دور میں راستے سے بھٹک کر ظلم و تعدّی کی راہ پر گامزن ہوگئی۔ اور دوسرے تین سو سال عیسائیت کی روحانی تباہی اور ہلاکت کے سال شمار کئے جا سکتے ہیں جن کے بعد طاعون نے ان کی تائید کی بجائے ان کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اس سے ملتا جلتا ایک منظر ہمیں اسلامی دنیا میں بھی نظر آتا ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تین سو سال کا زمانہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق نور و ہدایت کا ایسا زمانہ قرار دیا جا سکتا ہے جس میں نیکی بہرحال بدی پر غالب رہی اور اعتقادی اور سیاسی اختلافات کے باوجود عالَمِ اسلام کی اکثریت اپنی اکثر صفات اور خصال میں نیکی کا مظہر تھی۔ پھر وہ دور شروع ہوا جس کو فیج اعوج کا نام دیا جاتا ہے اور اگلے تین سو سال خصوصیت کے ساتھ تاریکی کو بڑھانے کا موجب بنے۔ خلافت جو پہلے ہی بادشاہت میں تبدیل ہو چکی تھی تقویٰ سے دور تر ہوتی چلی گئی۔ فرقہ بندی اور اختلافات نے اسلامی نظریات کے ہر شعبہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ قصورِ شاہی عیش و عشرت کا مرکز بن گئے اور عوامی بستیوں کو بھی فسق و فجور اور ظلم و تعدّی نے گھیر لیا۔ دنیا داری بڑھنے لگی اور روحانیت مفقود ہونے لگی ایسے علماء ظاہر پیدا ہونے شروع ہوئے جو تقویٰ کا لباس پہننے کی بجائے ریا کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے۔ غرضیکہ وہ ہزار سالہ رات جس نے پہلی تین صدیوں کے بعد اسلامی دنیا پر چھا جانا تھا وہ بلاشبہ مذکورہ تین سو سال کے عرصہ میں پوری طرح بھیگ چکی تھی۔ اسلام کی پہلی تین صدیوں کے اختتام پر جہاں ہمیں روحانی آفات بشدت سر اٹھاتی نظر آتی ہیں وہاں سیاسی لحاظ سے بھی ایسے محرکات پیدا ہو رہے تھے جو بالآخر مسلمانوں کی سیاسی قوت کو سبوتاژ کرنے کا موجب بنے۔ تیسری صدی ہجری کے آخر پر ہمیں یہ انتہائی الم انگیز اور ہولناک صورت حال نظر آتی ہے کہ پوپ مرکزی اسلامی خلافت سے مسلمانوں کی ہسپانوی حکومت کے خلاف سازش کر رہا تھا[1] جس کے نتیجہ میں بالآخر مسلمانوں کی مرکزی حکومت اس امر پر آمادہ ہوگئی کہ ہسپانیہ کی اسلامی مملکت کے خلاف وہ یورپ کی عیسائی طاقتوں کے ساتھ تعاون کرے گی۔ عالَمِ اسلام کے عظیم الشان قلعہ میں یہ پہلا رخنہ ہے جو بالآخر اس قلعہ کے مسمار ہونے پر منتج ہوا۔ بعد کے تین سو سال نے اس سیاسی انحطاط کو بڑی سرعت اور شدت کے ساتھ بڑھایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چودھویں صدی عیسوی میں اسلامی سلطنت کے دونوں بازو یعنی شرقی اور غربی عملاً مفلوج ہو چکے تھے اور ایک طرف مغرب

لہ تفسیر کبیر جلد ششم جزء چہارم۔ سورۃ الفجر۔

کی عیسائی طاقتیں پیہم جذبات سے سپین کی اسلامی مملکت کو کمزور کر رہی تھیں اور یورپ سے مسلمانوں کو نکالنے کا منصوبہ عملاً بروئے کار لا رہی تھیں تو دوسری طرف مشرق میں چنگیزیوں کا ہولناک عذاب صحرائے گوبی میں اس طرح پرورش پا رہا تھا جیسے ٹڈی دل کا لشکر سرسبز شاداب دنیا کی نظروں سے اوجھل ریگستانوں میں ایک عظیم یورش کی تیاری کر رہا ہو۔ چھٹی صدی ہجری میں ہمیں پہلی مرتبہ یہ المناک منظر دکھائی دیتا ہے کہ یورپ کے شمال میں اثر و نفوذ بڑھنے کی بجائے مسلمانوں کو سسلی اور کریٹ سے نکال کر افریقی ساحل کی طرف دھکیل دیا گیا۔ مسلمانوں کو بزورِ شمشیر نکالنے کا یہ عمل اس وقت تک جاری رہا جب کہ بالآخر اس واقعہ کے قریباً ایک سَو سال بعد سپین میں مسلمانوں کے آخری قلعہ غرناطہ کو بھی عیسائیوں نے بزورِ شمشیر فتح کر لیا اور کلیّۃً ہسپانیہ کی سرزمین سے مسلمانوں کا صفایا کر دیا۔ اسی طرح چھٹی صدی بھی مسلمانوں کی تاریخ میں وہ دردناک صدی ہے جب چنگیزیوں کے انبوہِ کثیر غولِ بیابانی کی طرح ناگاہ مسلمانوں کی مشرقی سلطنت پر ٹوٹ پڑے اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ بڑی بڑی بلند عمارتیں پیوندِ خاک ہو گئیں لیکن اس حقیقت کی یادگار کے طور پر کہ یہاں کبھی انسان بستے تھے بغداد کی زمین پر انسانی کھوپڑیوں کا ایک بلند مینار تعمیر کیا گیا۔ پس کسی پہلو سے بھی دیکھیں تو چوتھی صدی ہجری اگر تاریکی کے آغاز کا اعلان تھا تو چھٹی صدی ہجری اُس وقت تک ختم نہ ہوئی جب تک اسلام کے اُفق پر بڑے جلی الفاظ میں یہ کتبہ آویزاں نہ ہو گیا کہ ہر قسم کی تاریکی نے عالمِ اسلام کو گھیر لیا ہے اور آج کے بعد اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی فجر طلوع ہونے تک یہاں رات کی راجدھانی ہو گی۔ ان حالات کو دیکھ کر ہرگز تعجب کی جا نہیں کہ طاعون نے بھی اسلامی مملکت کی زیارت کے لئے یہی دَور چُنا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے عیسائیوں کو راستے سے بھٹکنے کی سزا دینے کے لئے چھٹی صدی عیسوی میں طاعون کا وبال آیا تھا، مسلمانوں کو بھی حضرت سیّد الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے روگردانی کی سزا دینے کے لئے تقدیرِ الٰہی نے اسی جلاد کو ایک مرتبہ پھر مقرر کیا۔ یقیناً اگر عیسیٰؑ کا دامن چھوڑنا کسی سزا کا طلبگار تھا تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑنے کا قصور اس سے بہت بڑی سزا کا متقاضی تھا۔ ایسا ہی ہوا اور ایک ایسی خوفناک رات عالمِ اسلام پر طاری ہو گئی جس کے اندھیروں کے نیچے ہر دولت لُوٹی گئی اور ہر اثاثہ چھن گیا۔ نہ سیاست رہی، نہ علم، نہ تہذیب نہ تمدن! حکومتیں پارہ پارہ ہو گئیں۔ رعب جاتا رہا۔ اخلاقی برتری ہاتھ سے نکل گئی۔ علمی تفوق علمی دیوالیہ پن میں تبدیل ہو گیا رُخ ایسا پلٹا کہ وہ راہیں جو حصولِ علم کے لئے مغرب سے مشرق کو جاری تھیں مشرق سے سمتِ مغرب کو چلنے لگیں۔ معطی سائل بن گئے اور فیض رساں فیض کی بھیک مانگنے لگے۔ تاریخ کے اِس دَور کا مطالعہ کرنے سے توحید کا ایک بڑا قیمتی سبق ملتا ہے یعنی یہ کہ انسان خواہ کسی کی طرف منسوب ہو اپنے خالق کی نظر میں اس حد تک برابر ہے کہ اگر اس نے ایک مذہب کے دائرے میں غلطی کی ہو اور

اس غلطی کی سزا پائی ہو تو کسی دوسرے مذہب کا دائرے میں رہ کر اگر ویسی ہی غلطی کرے گا تو ویسی ہی سزا پائے گا لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کا ایک یہ بھی مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ محض اس لئے کہ کوئی انسان کسی بہتر رسول کے نام لیواؤں میں سے ہے اس کی بے راہ روی معاف نہیں کی جائے گی۔ ہمارا یہ کہنا کہ چھٹی صدی ہجری سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی تنبیہہ و توبیخ کا دَور شروع ہوتا ہے محض ایک خیال نہیں بلکہ اولیاء اللہ کے تذکرے میں یہ مشہور روایت ہے جو ہمارے اِس نظریے کی تائید کرتی ہوئی نظر آتی ہے کہ جب بغداد چنگیزیوں کا لشکر حملہ آور ہوا تو خلیفہ معتصم نے ایک بزرگ کی خدمت میں بصد عجز و منّت دعا کی درخواست کی۔ دوسرے روز اس بزرگ کا یہ پیغام اس خلیفہ کو پہنچا کہ ساری رات میں دعا کرتا رہا لیکن مجھے جواب میں یہ الہام ہوتا رہا یا ایّھا الکفّار اُقتلُوا الفُجّار کہ اے کافرو! فاجروں (یعنی بداعمال مسلمانوں) کو قتل کرو۔

پس اللہ تعالےٰ کی تقدیر یہی معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان اس سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔

طاعون کا دَورِ آخر

چودھویں صدی عیسوی میں ایک عالمگیر تباہی مچانے کے بعد طاعون ایک دفعہ پھر نظروں سے غائب ہوگئی اور کچھ اس طرح غائب ہوئی کہ گویا اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ اس مرتبہ اس نے چھ صدیوں تک پھر دنیا کا منہ نہ دیکھا اور تہہ زمین سوراخوں میں روپوش رہی، بعدازاں اسی طرح جیسے اُس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے بعد چودھویں صدی میں سر نکالا تھا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تیرھویں صدی کے آخر میں طاعون کی مرض ایک دفعہ پھر اپنے بلوں سے باہر نکلنا شروع ہوئی اور چودھویں صدی میں پورے عروج پر پہنچ گئی۔ بظاہر یہ سب اتفاقی حادثات ہیں جنہیں سائنسی اصطلاح میں (Great Circles) یعنی وسیع دائرے کہا جائے گا۔ لیکن اہلِ ایمان کے لئے یقیناً اِس امر میں فکر کا بڑا مواد ہے کہ یہ وسیع دائرے نیکی اور بدی، ظہورِ رسالت اور انکارِ رسالت، نور اور ظلمت، مظلومیت اور ظلم کے وسیع دائروں کے ساتھ حیرت انگیز طور پر مطابقت رکھتے ہیں۔ ایک بد مذہب جو چاہے سوچے اور ہمارے اِس طرزِ فکر کو جس طرح چاہے توہمات اور ضعیف الاعتقادی قرار دے لیکن جوں جوں یہ بات آگے بڑھے گی ہمارے مضمون کا دوسرا حصّہ جو طاعون کے دَورِ آخر سے تعلق رکھتا ہے بعض ایسے تازہ مشاہدات پر بحث کرے گا جو ایک منصف مزاج کو اِس بات کا قائل کرنے کے لئے کافی ہوں گے کہ بات حوادث کے دائرے سے بہت آگے نکل چکی ہے اور یقیناً حوادثِ زمانہ کی بجائے کوئی اور قانون اس وباء کے پس پردہ کارفرما نظر آتا ہے۔

طاعون کے جس دَورِ آخر کا ہم نے ذکر کیا ہے اس کا پہلی مرتبہ ۱۸۸۰ء میں میسوپوٹیمیا کے علاقے سے آغاز ہوا۔ یہ بعینہٖ وہی دَور ہے جبکہ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام ہندوستان کی ایک گمنام بستی قادیان میں اسلام کی حمایت میں ایک عظیم دفاعی جنگ لڑ رہے تھے آپ کو زمانے کے امام کی حیثیت سے ماموریت کی خلعت پہنائی جا رہی تھی۔ ظہور طاعون کا اس زمانے سے انطباق یقیناً معنی خیز ہے لیکن اس سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو واضح طور پر یہ خبر نہ دی کہ طاعون عذابِ الٰہی کی شکل اختیار کرنے والی ہے اس وقت تک طاعون کو کھل کھیلنے کی توفیق عطا نہ ہوئی۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کسی ہولناک درندے کو مضبوط زنجیروں سے جکڑا ہوا ہو، اُسے ہم غیظ و غضب میں بل کھاتے ہوئے دیکھ رہے ہوں اور اس کی چنگھاڑ بھی سُن رہے ہوں لیکن ابھی اس کی زنجیریں کھولی نہ گئی ہوں۔

۱۸۹۷ء میں پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ قادیان میں طاعون داخل ہو گئی ہے۔ اس وقت تک اگرچہ گزشتہ سترہ سال میں کئی مرتبہ طاعون کے متفرق حملے ہندوستان کے بعض جنوبی اور جنوب مغربی علاقوں پر ہو چکے تھے لیکن پنجاب ان کے اثر سے محفوظ تھا۔ اس واضح خبر کے باوجود آپ نے بعض وجوہ سے قادیان میں طاعون کے ظاہر ہونے کی اور تعبیر فرمائی اور خیال کیا کہ شاید اس سے مراد خارش کی قسم کی کوئی بیماری ہو[1] اس کے چند ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت کے ساتھ آپ کو طاعون کے پنجاب میں بشدت پھیل جانے کی خبر دی جس سے آپ اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ نے اشتہار کے ذریعے ۶ر فروری ۱۸۹۸ء کو پنجاب کو خصوصاً اور تمام ہندوستان کو عموماً حسب ذیل الفاظ میں اس خبر سے متنبہ کیا:-

"ہماری گورنمنٹ محسنہ نے کمال ہمدردی سے تدبیریں کیں اور اپنی رعایا پر نظر شفقت کر کے لاکھوں روپیہ کا خرچ اپنے ذمہ ڈال لیا اور قواعد طبّیہ کے لحاظ سے جہاں تک ممکن تھا ہدایتیں شائع کیں مگر اس مرض مہلک سے اب تک بکلّی امن حاصل نہیں ہوا بلکہ بمبئی میں ترقی پر ہے اور کچھ شک نہیں کہ ملک پنجاب بھی خطرہ میں ہے ہر ایک کو چاہیئے کہ اس وقت اپنی اپنی سمجھ اور بصیرت کے موافق نوع انسان کی ہمدردی میں مشغول ہو۔۔۔۔۔ ایک اور امر ضروری ہے جس کے لکھنے پر میرے جوشِ ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ روحانیت سے بے بہرہ ہیں اس کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھیں گے مگر میرا فرض ہے کہ میں اس کو نوعِ انسان کی ہمدردی کے لئے ظاہر کروں اور وہ یہ ہے کہ آج جو ۶ر فروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ

---

[1] الحکم جلد ۱ نمبر ۵ - ۲۳ر نومبر ۱۸۹۷ء

کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ درخت کیسے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد جاڑے میں پھیلے گا لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔ إِنَّهُ أَوَى الْقَرْيَةَ۔ یعنی جب تک دلوں کی وبا ر معصیت دور نہ ہو تب تک ظاہری وبا بھی دور نہیں ہوگی اور درحقیقت دیکھا جاتا ہے کہ ملک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ہوا و ہوس کا ایک طوفان برپا ہو رہا ہے۔ اکثر دلوں سے اللہ جلّشانہٗ کا خوف اُٹھ گیا ہے اور وبا ؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا گیا ہے جو انسانی تدبیروں سے دُور ہو سکتی ہے۔ ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہو رہے ہیں۔ اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں ان میں سے جو غریب اور مفلس ہیں اکثر ان میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کے خسیس اور مکروہ حرکات ان سے سرزد ہوتے ہیں اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں نماز کا تو ذکر کیا کئی کئی دنوں تک منہ بھی نہیں دھوتے اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے اور جو لوگ امیر اور رئیس اور نواب یا بڑے بڑے تاجر اور زمیندار اور ٹھیکیدار اور دولتمند ہیں وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شراب خوری اور زناکاری اور بداخلاقی اور فضول خرچی ان کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپرواہ پائے جاتے ہیں۔

اب چونکہ اس الہام سے جو ابھی میں نے لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ

تقدیر معلق ہے اور توبہ اور استغفار
اور نیک عملوں اور ترکِ معصیت اور
صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی
سے دُور ہو سکتی ہے لہٰذا تمام بندگانِ
خدا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سچے دل
سے نیک چلنی اختیار کریں اور بھلائی
میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری
کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔"
(مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود
علیہ السلام جلد سوم صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶)

آپ کے اس اشتہار کی اشاعت کے تقریباً دو سال
بعد تک طاعون کا کوئی غیر معمولی حملہ پنجاب پر نہیں ہوا۔
چنانچہ بجائے استغفار کرنے اور گناہوں سے توبہ
کرنے کے کیا علماء اور کیا عوام الناس سب نے حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی پر ہنسی اُڑانی
شروع کی اور تمسخر کے ساتھ اس کے تذکرے ہونے
لگے۔ لیکن افسوس ہے کہ جلد یہ ہنسی رونے پیٹنے اور ماتم
میں تبدیل ہو گئی کیونکہ طاعون اچانک اس تیزی کے
ساتھ پنجاب میں پھیل گیا کہ ہندوستان کے دوسرے
علاقوں میں کم ہی اس شدت کا حملہ ہوا ہوگا۔ چنانچہ آپ
نے اس افسوسناک حالت کا ذکر کرتے ہوئے ۱۷ مارچ
۱۹۰۱ء بذریعہ اشتہار اہل وطن کو ایک دفعہ پھر نصیحت
فرمائی اور استغفار اور توبہ کرنے کی ہدایت کی۔ اس
اشتہار کے چند اقتباسات پیش ہیں:۔

(۱) "ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۶ فروری ۱۸۹۸ء
کو میں نے طاعون کے بارے میں
ایک پیشگوئی شائع کی تھی اور اس
میں لکھا تھا کہ مجھے یہ دکھلایا گیا ہے
کہ اس ملک کے مختلف مقاموں میں
سیاہ رنگ کے پودے لگائے گئے
ہیں اور وہ طاعون کے پودے ہیں
اور میں نے اطلاع دی تھی کہ توبہ اور
استغفار سے وہ پودے دُور ہو سکتے
ہیں مگر بجائے توبہ اور استغفار کے
وہ اشتہار بڑی ہنسی اور ٹھٹھے سے
پڑھا گیا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ
پیشگوئی ان دنوں میں پوری ہو رہی
ہے خدا ملک کو اس آفت سے بچاوے۔
اگر خدانخواستہ اس کی ترقی ہوئی
تو وہ ایک ایسی بلا ہے جس کے تصور
سے بدن کانپتا ہے۔ سو اے عزیزو!
اسی غرض سے پھر یہ اشتہار شائع
کرتا ہوں کہ سنبھل جاؤ اور خدا سے
ڈرو اور ایک تبدیلی دکھلاؤ تا خدا
تم پر رحم کرے اور وہ بلا جو بہت
نزدیک آ گئی ہے خدا اس کو نابود
کرے۔"

(۲) "اے غافلو! یہ ہنسی اور ٹھٹھے کا
وقت نہیں ہے۔ یہ وہ بلا ہے جو
آسمان سے آتی اور صرف آسمان

کہ خدا کے حکم سے دُور ہوتی ہے ...
... معمولی درجہ کی طاعون یا کسی اور
وبار کا آنا ایک معمولی بات ہے لیکن
جب یہ بلا ایک کھا جانے والی آگ
کی طرح کسی شہر میں اپنا مُنہ کھولے تو
یقین کرو کہ وہ شہر کامل راستبازوں
کے وجود سے خالی ہے۔ تب اُس
شہر سے جلد نکلو یا کامل توبہ اختیار
کرو۔ ایسے شہر سے نکلنا طبّی قواعد
کی رُو سے مفید ہے ایسا ہی رُوحانی
قواعد کی رُو سے بھی ....."

(۴) "اللہ جلشانہ اپنے رسولؐ کو قرآن شریف
میں فرماتا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ
لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ
یعنی خدا ایسا نہیں ہے کہ وبا وغیرہ
سے ان لوگوں کو ہلاک کرے جن کے
شہر میں تو رہتا ہو۔ پس چونکہ وہ نبی
علیہ السلام کامل راستباز تھا اس لئے
لاکھوں کی جانوں کا وہ شفیع ہو گیا۔
یہی وجہ ہے کہ مکہ جب تک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف رکھتے
رہے امن کی جگہ رہا اور پھر جب
مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کا اُس
وقت نام یثرب تھا جس کے معنے ہیں
ہلاک کرنے والا۔ یعنی اس میں ہمیشہ

سخت وبا پڑا کرتی تھی آپؐ نے
داخل ہوتے ہی فرمایا کہ اب اس کے
بعد اس کا نام یثرب نہ ہوگا بلکہ اس
کا نام مدینہ ہوگا یعنی تمدّن اور
آبادی کی جگہ۔ اور فرمایا کہ مجھے
دکھایا گیا ہے کہ مدینہ کی وبا اس میں
سے ہمیشہ کے لئے نکال دی گئی ہے
چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب تک مکہ
اور مدینہ ہمیشہ طاعون سے پاک ہے۔
مَیں اُس خدائے کریم کا شکر کرتا
ہوں کہ اسی آیت کے مطابق اُس
نے مجھے بھی الہام کیا اور وہ یہ ہے
"الامراض تشاع والنفوس
تضاع۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ
مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا
مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ اِنَّهٗ
اٰوی القریۃ۔
یہ الہام ۲۶ر فروری ۱۸۹۸ء میں شائع
ہو چکا ہے اور یہ طاعون کے بارے
میں ہے۔ اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے
کہ موتوں کے دن آنے والے ہیں مگر
نیکی اور توبہ کرنے سے ٹل سکتے ہیں اور
خدا نے اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیا
ہے اور متفرق کئے جانے سے محفوظ
رکھا یعنی بشرطِ توبہ۔ الخ براہین احمدیہ

میں یہ الہام بھی درج ہے کہ
مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ
وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔
یہ خدا کی طرف سے برکتیں ہیں اور لوگوں
کی نظر میں عجیب "
(مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود
علیہ السلام جلد سوم صفحہ ۳۰۲-۳۰۳)

طاعون کی اِس وباء کا غیر معمولی طرزِ عمل جو اُسے عام وباؤں سے ممتاز کرتا ہے

سنہ ۱۹۰۱ء میں طاعون کی وباء نے پنجاب پر ایک عام ہلّہ بول دیا اور وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گزشتہ پیشگوئیوں کو استخفاف و استہزاء کی نظروں سے دیکھ رہے تھے اچانک ہر طرف سے انتہائی ہولناک طاعون کے نرغے میں گھر گئے۔ اس وقت وباء کی شدت کے دوران آپ کا یہ دعویٰ سخت تعجب انگیز تھا کہ یہ مرض آپ کے گھر کی چار دیواری میں بسنے والوں کو ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ یہی نہیں بلکہ یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ صرف آپ کا گھر ہی نہیں خود قادیان بھی اس مرض کے ایسے حملے سے محفوظ رہے گا جو دوسرے شہروں کی طرح ہلاکت خیز ہو۔ گویا اس لحاظ سے پنجاب کے دوسرے شہروں کی نسبت قادیان کو ایک خاص امتیاز حاصل رہے گا لیکن پیشتر اس کے کہ ہم طاعون کی وباء کا اس پہلو سے تنقیدی جائزہ لیں کہ اس میں عذابِ الٰہی ہونے کے کیا کیا خصوصی امتیازات پائے جاتے تھے بہتر ہوگا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ہی میں ان الٰہی مواعید اور بشارتوں کا ذکر کیا جائے جو اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"چار سال ہوئے کہ مَیں نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور مَیں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں۔ اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتی۔ خدا اس کو دفع کر دے گا۔ مگر بجائے توبہ کے مجھ کو گالیاں دی گئیں اور سخت بدزبانی کے اشتہار شائع کئے گئے جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے جو اب دیکھ رہے ہو۔"

اب اس تمام وحی سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں :-

اوّل یہ کہ طاعون دنیا میں اس لئے آئی ہے کہ خدا کے مسیح موعود سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اس کو دُکھ دیا گیا اور اس کے قتل کرنے کے لئے منصوبے بنائے گئے اس کا نام کافر اور دجّال رکھا گیا۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے ....

دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جبکہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کر لیں گے کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذا رسانی اور بدزبانی سے باز آجائیں گے ....

تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستّر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام اُمتوں کے لئے نشان ہے۔" (دافع البلاء صفحہ ۱۰-۱۱)

"چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ملک میں عام طاعون پڑے گی اور کسی کم مقدار کی حد تک قادیان بھی اس سے محفوظ نہیں رہے گی اسی لئے اس نے آج کے دنوں سے تیئس برس پہلے فرما دیا کہ جو شخص اس مسجد اور اس گھر میں داخل ہوگا یعنی اخلاص اور اعتقاد سے۔ وہ طاعون سے بچایا جائے گا۔ اسی کے مطابق ان دنوں میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا:-

اِنّی اُحافظ کلّ من فی الدّار۔ اِلّا الّذین علوا من استکبار۔ واُحافظک خاصّۃ۔ سلامٌ قولاً من ربّ رّحیم۔

یعنی میں ہر ایک ایسے انسان کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو تیرے گھر میں ہوگا مگر وہ لوگ جو تکبّر سے اپنے تئیں اونچا کریں۔ اور میں تجھے خصوصیت کے ساتھ بچاؤں گا خدائے رحیم کی طرف سے تجھے سلام۔ جاننا چاہیئے کہ خدا کی وحی نے اس ارادہ کو جو قادیان کے متعلق ہے دو حصوں پر تقسیم کر دیا ہے (۱) ایک وہ ارادہ جو عام طور پر گاؤں کے متعلق ہے اور وہ ارادہ یہ ہے کہ یہ گاؤں اُس شدّتِ طاعون سے جو افراتفری اور تباہی ڈالنے والی اور ویران کرنے والی اور تمام گاؤں کو منتشر کرنے والی ہو محفوظ رہے گا (۲) دوسرے یہ ارادہ کہ خدائے کریم خاص طور پر اس گھر کی حفاظت کرے گا اور اس کو تمام عذاب سے بچائے گا جو گاؤں کے دوسرے لوگوں کو پہنچے گا اور اس وحی اللہ کا اخیر فقرہ ان لوگوں کے لئے منذر ہے جن کے دلوں میں بے جا

تجویز ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۲۴)

"کچھ شک نہیں کہ اس وقت تک جو تدبیر اس عالم اسباب میں اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ آئی وہ بڑی سے بڑی اور اعلیٰ سے اعلیٰ یہ تدبیر ہے کہ ٹیکا کرایا جائے اس سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ تدبیر مفید پائی گئی ہے اور بہ پابندی رعایت اسباب تمام رعایا کا فرض ہے کہ اس پر کاربند ہو کر وہ غم جو گورنمنٹ کو ان کی جانوں کے لئے ہے اس سے اسکو سبکدوش کریں لیکن ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے۔ اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانے میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کرکے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اسلئے مت دلگیر ہو۔ یہ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں۔ . . . اس نے مجھے مخاطب کرکے یہ بھی فرما دیا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں اور عموماً تمام لوگ اس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے مگر ایسے لوگ ان میں سے جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو ان پر طاعون وارد ہو سکتی ہے مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کریں گے کہ نسبتاً اور مقابلۃً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور

اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے جس کی نظیر نہیں۔ اس بات پر بعض نادان چونک پڑیں گے اور بعض ہنسیں گے اور بعض مجھے دیوانہ قرار دیں گے اور بعض حیرت میں آئیں گے کہ کیا ایسا خدا موجود ہے جو بغیر رعایت اسباب کے بھی رحمت نازل کر سکتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ ہاں! بلا شبہ ایسا قادر خدا موجود ہے اور اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو اس سے تعلق رکھنے والے زندہ ہی مر جاتے۔ وہ عجیب قادر ہے اور اس کی پاک قدرتیں عجیب ہیں۔ ایک طرف نادان مخالفوں کو اپنے دوستوں پر کتوں کی طرح مسلّط کر دیتا ہے اور ایک طرف فرشتوں کو حکم کرتا ہے کہ ان کی خدمت کریں۔" (کشتی نوح صفحہ ۲-۱)

مندرجہ بالا اقتباسات میں جو دعاوی کئے گئے ہیں ان کی رُو سے طاعون کی اس وبا میں حسب ذیل خصوصیات ہونی چاہیئے تھیں جو اسے عام وبا سے ممتاز کر دیں اور قطعی طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ کوئی عام وبا نہیں بلکہ عذابِ الٰہی کے قبیل سے تعلق رکھنے والا ایک عظیم الشان عذاب ہے۔

(۱) پیشگوئی کے بعد اس وبا کو غیر معمولی طور پر بڑھنا چاہیئے تھا۔

(۲) پنجاب کے دیگر قصبات کے برعکس قادیان کو اس وبا سے غیر معمولی شدت سے محفوظ رہنا چاہیئے۔

(۳) عموماً جماعت احمدیہ کے افراد اس حملے سے اس حد تک نمایاں طور پر محفوظ رہنے چاہیئیں تھے تا یہ بات لوگوں کی نظر میں عجیب ٹھہرے۔

(۴) خصوصاً قادیان کا وہ حصہ اس وبا سے بالکل محفوظ رہنا چاہیئے تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رہائش گاہ تھا۔ ہر وہ شخص جو اس میں رہائش پذیر تھا اس کے اثر سے محفوظ و مامون ہونا چاہیئے تھا۔

(۵) اس طاعون کے نتیجے میں لوگوں نے بکثرت آپ پر ایمان لانا تھا اور جب تک ایسا نہ ہو طاعون نے ملک کا پیچھا نہ چھوڑنا تھا۔

جب ہم تاریخی حقائق پر نظر ڈالتے ہیں تو بڑی حیرت کے ساتھ اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا دعاوی میں سے ہر ایک بڑی شان کے ساتھ سچا ثابت ہوا۔

سب سے پہلے ہم وہ اعداد و شمار پیش کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوگا کہ طاعون کی پیشگوئی سے قبل اور طاعون کی پیشگوئی کے بعد کے حالات میں ایک ایسی نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی جو کسی انسان کے بس کی بات نہ تھی۔

ذیل میں ہم طاعون کی پیشگوئی سے قبل کے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں جو طاعون کے مختلف ملکوں

میں پھیلاؤ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۸۸۰ء میں صرف ایک ملک میں طاعون ظاہر ہوا۔ ۱۸۸۱ء میں تین ممالک، ۱۸۸۲ء میں دو ممالک ۱۸۸۳ء میں ایک ملک، ۱۸۸۴ء میں پھر دو ممالک ۱۸۸۵-۸۶-۸۷-۸۸ء میں صرف ایک ملک میں، ۱۸۸۹ء میں یہ پھر بڑھنا شروع ہوا اور ۱۸۸۹-۹۰-۹۱ء میں تین ممالک میں ظاہر ہوا۔ ۱۸۹۲ء میں چار ممالک، ۱۸۹۳-۹۴ء میں ایک دم پھیل کر نو ممالک پر قابض ہو گیا۔ ۱۸۹۵ء میں دو ممالک اور ۱۸۹۶-۹۷ء میں چھ ممالک تک محدود رہا۔ ان اعداد کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ طاعون کی انتہائی چوٹی ۱۸۹۳ء میں قائم ہوئی جس کے بعد مسلسل تین سال تک اس کا دائرہ عمل محدود رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے طاعون کے عذاب الٰہی کی صورت میں پھیلنے کی ۱۸۹۶ء میں خبر دی اور ۱۸۹۸ء میں طاعون اچانک پھر پھیلنا شروع ہوا اور چھ ممالک کی بجائے آٹھ ممالک پر حملہ آور ہوا۔ ۱۸۹۹ء میں اکیس ممالک، ۱۹۰۰ء میں ۲۶ ممالک ۱۹۰۱ء میں ۲۴ ممالک اور ۱۹۰۲ء میں ۲۸ ممالک پر مسلط ہو گیا۔ اس نقشہ کو دیکھ کر طبیعت پر یہ اثر پڑتا ہے کہ اس الٰہی تنبیہہ کے بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ بنی نوع انسان کو اس آنے والی آفت سے متنبہ کر دیا گیا تو ساتھ ہی اس بلا کی زنجیریں کھول دی گئیں اور یہ اس تیز رفتاری سے آگے بڑھی گویا پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس نقشہ پیڈیا برٹینیکا طاعون کے پھیلاؤ کا صرف ۱۹۰۲ء تک ذکر کرتا ہے اس لئے ہم مکمل نقشہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ہاں جہاں تک طاعون کے اثرات کا تعلق ہے یہ امر باعث اطمینان ہے کہ ۱۹۰۶ء تک طاعون کے نتیجہ میں رونما ہونے والی اموات کے اعداد و شمار محفوظ کر دیئے گئے۔ اس نقشے پر بھی نظر ڈال کر دیکھئے تو پیشگوئی سے قبل اور پیشگوئی کے بعد کے اعداد و شمار میں نمایاں فرق نظر آئے گا۔

اس نقشے کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ ہندوستان یعنی وہ ملک جس میں وقت کا امام ظاہر ہوا تھا اور جس نے اس آفت سے بالخصوص اس ملک کو متنبہ کیا طاعون کی سب سے زیادہ خوفناک آماجگاہ بن گیا۔ ۱۸۹۶ء میں یعنی پیشگوئی سے قبل کے سال ۲۲۱۹ اموات طاعون کی وباء کے نتیجہ میں ہوئیں لیکن جب یہ پیشگوئی کی گئی یہ اموات اچانک بڑھ کر ۴۷۹۷۹ تک پہنچ گئیں۔ اعداد و شمار حسب ذیل ہیں جو ہمارے بیان پر شاہد ناطق ہیں:-

سال	تعداد اموات
۱۸۹۶ء	۲,۲۱۹
۱۸۹۷ء	۴۷,۹۷۹
۱۸۹۸ء	۸۹,۲۶۵
۱۸۹۹ء	۱,۰۲,۳۶۹
۱۹۰۰ء	۷۳,۵۷۶
۱۹۰۱ء	۲,۳۶,۴۳۲
۱۹۰۲ء	۳,۵۲,۱۵۵
۱۹۰۳ء	۶,۸۴,۴۳۵

سال	تعداد اموات
۱۹۰۴ء	۹,۳۸,۰۱۰
۱۹۰۵ء	۹,۴۰,۸۲۱
۱۹۰۶ء	۳,۰۰,۳۵۵

مندرجہ بالا نقشہ میں صرف ۱۹۰۰ء کا سال ایسا ہے جس میں گزشتہ سال سے اموات میں کچھ کمی دکھائی دیتی ہے۔ باقی تمام سالوں میں ۱۹۰۵ء تک مسلسل اموات کی تعداد ہولناک طریق پر بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے جو بالآخر ۱۹۰۶ء میں پھر گرنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد طاعون رفتہ رفتہ غائب ہوتے ہوتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال تک تقریباً معدوم ہو چکی ہے۔

طاعون کے پھیلاؤ اور اموات کی تعداد کے سالانہ اعداد و شمار ذہن کو اس آیت کے مضمون کی طرف بھی منتقل کر دیتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرعون کی قوم پر نازل ہونے والے عذابوں کے ذکر میں عذاب الٰہی کی ایک علامت یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ اگلے جھٹکے پچھلے جھٹکوں سے شدید تر ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا:۔

وَمَا نُرِيهِم مِّنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ
أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَأَخَذْنَاهُم
بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

(سورۃ الزخرف آیت ۴۹)

ترجمہ:۔ اور ہم ان کو جو نشان بھی دکھاتے تھے وہ اپنے پہلے نشان سے بڑا ہوتا تھا اور ہم نے ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا تھا تاکہ وہ (اپنے بداعمالیوں سے) لوٹ جائیں۔

اب اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح جاری رہتا ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جس وقت تک وہ عذاب مقدر ہو اور جس وقت تک اس کے اُٹھا لینے کا فیصلہ نہ ہو جائے اُس وقت تک مسلسل شدت اختیار کرتا چلا جاتا ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ جب قوم میں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہو اور وہ بشدت استغفار کی طرف مائل ہو تو جب تک یہ کیفیت قوم میں پائی جائے یہ عذاب نرم پڑ جاتا ہے یا ٹل جاتا ہے۔ یہ دوسرا اصول بھی قرآن کریم فرعون کی قوم پر آنے والے عذابوں کے ضمن میں ہی بیان کرتا ہے جیسا کہ فرمایا کہ جب کبھی عذاب بشدت اس قوم کو پکڑ لیتا تھا وہ لوگ مائل بہ استغفار ہوتے تھے اور حضرت موسیٰؑ سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ تب وہ عذاب ٹل جاتا تھا یہاں تک کہ جلد ہی اس کے بعد قوم پھر شرارتوں کی طرف لوٹ آتی تھی۔ تب اللہ تعالیٰ بھی ایک نیا عذاب ان پر وارد کرتا تھا۔ پس کسی وقت عذاب کا وقتی طور پر ٹل جانا یا نرم پڑ جانا اس آیت کے مضمون کے مخالف نہیں ہے جس کا اُوپر ذکر کیا گیا۔ بیک وقت دونوں باتیں اس طرح نظر آتی ہیں کہ عذاب اپنی شدت میں بالعموم تخفیف سے اشتدّ کی طرف حرکت کرتا ہے لیکن کہیں کہیں انسانوں کی بے قراری اور استغفار کے آنسو اس آگ کو کسی حد تک ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور وقتی طور پر اس کی شدت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

شق دوم۔ قادیان کی بستی سے استثنائی سلوک کا دعویٰ۔

شق اوّل کے مطالعہ کے دوران بعض قارئین کے ذہن میں خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ جبکہ یہ مسلّمہ امر ہے کہ طاعون کی وباء اس زمانہ میں پہلی مرتبہ ۱۸۸۰ء میں پھوٹی تھی اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً دنیا کے مختلف ممالک میں ظاہر ہوتی رہی تو ۱۸۹۷ء یعنی سترہ سال بعد حضرت مرزا صاحب کا طاعون کی وباء کو عذابِ الٰہی قرار دینا اور اپنی تائید میں بطور نشان اس کی پیشگوئی کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ کیوں نہ یہ گمان کیا جائے کہ آپ نے یہ اندازہ لگا کر کہ یہ وباء اب زیادہ شدت اختیار کر جائے گی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے [illegible] کر دی۔ اس کا ایک جواب تو خود شق اوّل ہی [illegible] یعنی یہ کہ اس پیشگوئی سے قبل اور بعد کے اعداد و شمار میں حیرت انگیز فرق فی ذاتہٖ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی پیشگوئی کسی انسانی تخمینہ کے نتیجہ میں نہیں بلکہ عالم الغیب ہستی کی طرف سے دی جانے والی خبر کے نتیجہ میں تھی۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں محض یہ دعویٰ نہ تھا کہ طاعون بصورتِ عذابِ الٰہی بڑی شدت [illegible] ساتھ اس ملک پر حملہ [illegible]، بلکہ اس کے ساتھ یہ عجیب دعویٰ بھی [illegible] قادیان کی بستی اس وباء سے غیر معمولی طور پر محفوظ رکھی جائے گی اور یہ دعویٰ بڑے کھلے لفظوں میں کیا گیا تھا کہ قادیان میں طاعون داخل ہوئی بھی تو محض معمولی حیثیت اور درجے کی ہو گی۔ اور ایسی وباء سے خدا تعالیٰ اس بستی کو محفوظ رکھے گا جو دیگر دیہات اور بستیوں کی طرح یہاں بھی سخت تباہی مچا سکے۔ مبادا کسی کو یہ خیال گزرے کہ طاعون کے زمانے میں ایسا دعویٰ کر دینا کوئی بڑی بات نہ تھی اور جو چاہتا آسانی سے ایسا دعویٰ کر سکتا تھا۔ ہم اس وہم کے ازالہ کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہی کے الفاظ میں وہ چیلنج پیش کرتے ہیں جو اس بارہ میں باقی اہلِ مذاہب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا لیکن کسی کو توفیق نہ ملی کہ اسے قبول کرے۔ حضورؑ نے فرمایا:۔

"جو شخص ان تمام فرقوں میں اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو اب بہت عمدہ موقعہ ہے گویا خدا کی طرف سے تمام مذاہب کی سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے نمائش گاہ مقرر کیا گیا ہے اور خدا نے سبقت کر کے اپنی طرف سے پہلے قادیان کا نام لے دیا ہے۔ اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کو چاہیئے کہ بنارس کی نسبت جو وید کے [illegible] رس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ ان کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچا لے گا۔ اور سناتن دھرم والوں کو چاہیئے کہ

کسی ایسے شہر کی نسبت جس میں گائیاں
بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیشگوئی
کر دیں کہ گئو کے طفیل اس میں طاعون
نہیں آئے گی۔ اگر اس قدر گئو اپنا معجزہ
دکھا دے تو کچھ تعجب نہیں کہ اس
معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ جان بخشی
کر دے۔ اسی طرح عیسائیوں کو چاہئیے
کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس
میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ بڑا بشپ
برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اسی
طرح میاں شمس الدین اور ان کی انجمن
حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہئیے کہ
لاہور کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ وہ
طاعون سے محفوظ رہے گا اور منشی
الٰہی بخش اکونٹنٹ جو الہام کا دعویٰ
کرتے ہیں اُن کے لئے بھی یہ موقعہ ہے
کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت
پیشگوئی کر کے انجمن حمایت اسلام کو
مدد دیں۔ اور مناسب ہے کہ عبدالجبار
اور عبدالحق شہر امرتسر کی نسبت پیشگوئی
کر دیں۔ اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل
جڑ دلّی ہے اس لئے مناسب ہے کہ
نذیر حسین اور محمد حسین دلّی کی نسبت
پیشگوئی کریں کہ وہ طاعون سے
محفوظ رہے گی پس اس طرح سے گویا
تمام پنجاب اس مہلک مرض سے محفوظ
ہو جائے گا اور گورنمنٹ کو بھی مفت
میں سبکدوشی ہو جائے گی۔ اور اگر
ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا
جائے گا کہ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے
قادیان میں اپنا رسول بھیجا ....
... اس جگہ مولوی احمد حسن صاحب
امروہوی کو ہمارے مقابلہ کے لئے
خوب موقعہ مل گیا ہے۔ ہم نے سُنا
ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی
طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت
میں کہ تا کسی طرح حضرت مسیح ابن مریم
کو موت سے بچا لیں اور دوبارہ اُتار کر
خاتم الانبیاء بنا دیں بڑی جانکاہی سے
کوشش کر رہے ہیں ..... اگر مولوی
احمد حسن صاحب کسی طرح باز نہیں آتے
تو اب وقت آ گیا ہے کہ آسمانی فیصلہ
سے اُن کو پتہ لگ جائے یعنی اگر وہ
درحقیقت مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں اور میرے
الہامات کو انسان کا افترا خیال کرتے
ہیں نہ خدا کا کلام تو سہل طریق یہ ہے کہ
جس طرح مَیں نے خدا تعالیٰ سے الہام
پا کر کہا ہے انّہ اٰوی القریۃ
لولا الاکرام لھلک المقام
وہ انّہ اٰوی امروھہ لکھدیں

مومنوں کی دعا تو خدا سُنتا ہے۔ وہ شخص کیسا مومن ہے کہ ایسے شخص کی دعا تو اس کے مقابلے پر سُنی جاتی ہے جس کا نام اُس نے دجّال اور بے ایمان اور مفتری رکھا ہے مگر اس کی اپنی دعا نہیں سُنی جاتی۔ ..... اگر انہوں نے اپنے فرضی مسیح کی خاطر دعا قبول کرا کر خدا سے یہ بات منوا لی کہ امروہہ میں طاعون نہیں پڑے گی تو اِس صورت میں نہ صرف ان کو فتح ہو گی بلکہ تمام امروہہ پر ان کا ایسا احسان ہو گا کہ لوگ اس کا شکر نہیں کر سکیں گے۔ اور مناسب ہے کہ ایسے میاں جی کا مضمون اس اشتہار کے شائع ہونے سے پندرہ دن تک بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے دنیا میں شائع کر دیں جس کا یہ مضمون ہو کہ میں یہ اشتہار مرزا غلام احمد کے مقابل پر شائع کرتا ہوں جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور مَیں جو مومن ہوں دعا کی قبولیت پر بھروسہ کر کے یا الہام پا کر یا خواب دیکھ کر یہ اشتہار دیتا ہوں کہ امروہہ ضرور بالضرور طاعون کی دست بُرد سے محفوظ رہے گا لیکن قادیان میں تباہی پڑے گی کیونکہ مفتری کے رہنے کی جگہ ہے۔ اِس اشتہار سے غالباً آئندہ جاڑے تک یہ فیصلہ ہو جائے گا یا حد دوسرے تیسرے جاڑے تک .... چونکہ مسیح موعود کی رہائش کے قریب تر پنجاب ہے اور مسیح موعود کی نظر کا پہلا محل پنجابی ہیں اس لئے اوّل یہ کارروائی پنجاب میں شروع ہوئی۔ لیکن امروہہ بھی مسیح موعود کی محیطِ ہمت سے دُور نہیں ہے اس لئے اس مسیح کا کافرکُش دم ضرور امروہہ تک بھی پہنچے گا۔ یہی ہماری طرف سے دعویٰ ہے۔ اگر مولوی احمد حسن صاحب اِس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد جس کو وہ قسم کے ساتھ شائع کرے گا امروہہ کو طاعون سے بچا سکا اور کم از کم تین جاڑے اس سے گزر گئے تو مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں پس اِس سے بڑھ کر اور کیا فیصلہ ہو گا۔ اور مَیں بھی خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانے کی نسبت توریت اور انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے کہ اس وقت آسمان

پر خسوف و کسوف ہوگا اور زمین پر سخت طاعون پڑے گی۔ اور میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں اگر قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو **ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا** کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی۔"

(دافع البلاء صفحہ ۱۸-۱)

کھلے کھلے اس چیلنج کے باوجود کسی کو توفیق نہ ملی کہ اپنی بستی کے بارہ میں یہ دعویٰ کر سکے کہ خدا تعالیٰ اُسے طاعون کی غیر معمولی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ پس تمام اہلِ مذاہب کی اس بارہ میں خاموشی بذاتِ خود اس امر کا ایک بیّن ثبوت ہے کہ اس زمانہ میں طاعون جس شدت اور تیزی سے شہروں اور دیہات میں داخل ہو کر زندگی کی بیخ کنی کر رہی تھی۔ اس کے دیکھتے ہوئے کسی فرد بشر کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اپنی طرف سے اتنا بڑا اور محالی دعویٰ کر دے کہ اس کے گاؤں کو اللہ تعالیٰ طاعون کے غیر معمولی حملہ سے بچائے گا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محض یہ دعویٰ ہی نہ کیا بلکہ عجیب تر بات یہ ہے کہ طاعون کی وبا نے حیرت انگیز سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے عمل سے آپؑ کے دعویٰ کی سچائی کو ثابت کر دیا۔ چنانچہ عین ان دنوں جبکہ طاعون کی وبا زوروں پر تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اہلِ دنیا کو اس عجیب و عجیب نشان کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ کیا اس سے بڑھکر کوئی اور ثبوت ہوگا؟ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں بلکہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں دی گئی ہے اور یہ علم بجز خدا کے کسی اور کی طاقت میں نہیں۔"

(کتاب مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ ۱۲۲)

(جاری ہے)

کلماتُ الامام المہدی علیہ السلام

رسالہ الوصیت صفحہ ۹ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

" تمہیں خوش خبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اُس کی طرف دُنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پُورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھُولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اُس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اُس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے۔ اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دُنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اُسکے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بُزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔

اے سُننے والو سُنو!! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اُسی کے ہو جاؤ۔ اُس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اَب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا۔"

حاصلِ مطالعہ

محترم جناب مولوی دوست محمدؐ صاحب شاہد

اتحاد بین المسلمین کی ضرورت

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اتحاد بین المسلمین کی تحریک کے پرجوش داعی و علمبردار تھے۔ حضور نے ۱۹۵۳ء میں مسلمانانِ عالم کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"عیسائیت کی طاقت کی وجہ سے عیسائیوں کے لئے اور سیاسی اصول کارفرما ہیں لیکن مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے سیاسی دنیا ان کے لئے اور اصول [illegible] ہے۔ ایسے زمانہ میں مسلمانوں کا متفق اور متحد ہونا فرض ہے اور چھوٹی اور بڑی جماعت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔ الیکشن میں ممبر کو اپنے جیتنے کی سچی خواہش ہوتی ہے اور وہ ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کے پاس بھی جاتا ہے اور اس کا ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مسلمان حکومتوں کا معاملہ الیکشن جیتنے کی خواہش سے کم نہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم کو اس معاملہ میں چھوٹی جماعتوں کی ضرورت نہیں وہ صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کو اسلامی حکومتوں کے طاقتور بنانے کی اتنی بھی خواہش نہیں جتنی ایک الیکشن لڑنے والے کو اپنے جیتنے کی خواہش ہوتی ہے پس وہ سچی خیرخواہی کا نہ مفہوم سمجھتا ہے اور نہ اس کو مسلمانوں سے سچی خیرخواہی ہے"

("قادیانی مسئلہ کا جواب" از انجمن احمدیہ کراچی۔ شائع کردہ۔ "دارالتجدید ۱۳/۳۔ ملکانی محل، فریئر روڈ۔ پوسٹ بکس نمبر ۷۲۱۵ کراچی۔ صفحہ ۱۲۲-۱۲۳)

حضرت قائداعظم کا محاذ قانون شکنی کے خلاف

تحریکِ احمدیت کا یہ بنیادی اصول ہے کہ قانون شکنی یعنی ایجی ٹیشن اور سول نافرمانی وغیرہ باغیانہ طریق عمل ایک سچے مسلمان کے شان کے شایاں نہیں اور ایک باقاعدہ قائم شدہ حکومت کے خلاف (خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) علمِ بغاوت بلند کرنا سراسر ناجائز ہے۔

قائداعظم کی جدوجہد پاکستان میں شاندار کامیابی اس سنہری اصول کی فتح اور برتری کا عملی ثبوت ہے۔ حضرت قائداعظم نے عمر بھر اس اصول کو آزمایا۔ اپنایا اور دوسروں کو اس کی تلقین فرمائی۔ اس ضمن میں آپ کی قبل از تقسیم بعض انگریزی تقاریر کے اقتباسات کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے:۔

"میں معزز اراکین سے پوچھتا ہوں کہ کیا

آپ مجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ میں اہل ملک کے نام یہ پیغام بھیجوں۔ اس صورتِ حال کو نہ بھولئے جو ہمیں درپیش ہے ــــ کہ وہ فوج میں داخل نہ ہوں اور اگر داخل ہوں تو بغاوت کر دیں ؟ ــــ کیا تم مجھ سے یہ چاہتے ہو کہ میں فوج کے ہر فرد کو سپاہی سے لے کر افسر تک کو ترغیب دوں کہ وہ بغاوت اور نافرمانی کا ارتکاب کرے ؟ ــــ میں ہندوستانیوں ہی کی بابت کہہ رہا ہوں۔ کیا یہی وہ پیغام ہے جسے آپ چاہتے ہیں کہ موجودہ حالات کے باوجود ہندوستان کی فوجوں تک پہنچا دوں ؟ میں تو ایسا کرنے سے قاصر ہوں۔"

(تقریر اسمبلی - ۲۳ اگست ۱۹۳۵ء)

(۲) " اپنے احساسات کی بیداری کے ساتھ میری یہ رائے ہے کہ ہم کوئی دوسرا طریقہ اور کوئی دوسری راہیں ڈھونڈ نکالیں۔ کسی ٹھوس اور عملی چیز پر جم جائیں جس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنا مقصد حاصل کر سکو گے۔ میں انقلاب سے نہیں ڈرتا۔ میرا خیال ہے کہ انقلاب کا حق ہر ملک کو حاصل ہے۔ **اگر میں نے آج فوج میں شورش پھیلائی تو یہ خود میرے لئے تباہ کن ثابت ہوگی** نہ کہ اس فریق مخالف کے لئے جس پر میں ضرب کاری لگانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں پرائی بدشگونی کے لئے اپنی ناک نہیں کٹوانا چاہتا"

(تقریر اسمبلی - ۲۳ اگست ۱۹۳۵ء)

(۳) "عہد ماضی میں حکومتِ برطانیہ سے خواہ کیسی ہی بداعمالیاں کیوں نہ سرزد ہوئی ہوں ہندوستان کے مفاد کے مدنظر ہمیں یقینی ہو گیا ہے کہ ان **کی حمایت اور اشتراکِ عمل کرنا چاہیئے** کیونکہ ہم اب ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ ہندوستان کے ساحلوں تک آنے والی جنگ کے خلاف اپنے گھربار کی حفاظت کے لئے ہمیں پوری تیاری کرنی چاہیئے"

(تقریر نومبر ۱۹۴۰ء - اجلاس مسلم لیگ)

(۴) "اگر حکومت برطانیہ اور مسلمانانِ ہند میں ٹھن جائے تو لازماً مشرقِ وسطیٰ کے مسلمان متاثر ہوں گے ــــ بیشک ہم حکومت کو بہت زیادہ مصیبت میں مبتلا کر سکتے ہیں لیکن نتیجہ ؟ میرے خیال میں اس کے دو نتائج برآمد ہوں گے:۔

غیر ملکی حملہ آور اس ملک پر قبضہ کر لیں گے۔ شمال، جنوب، مشرق، مغرب کی سمت سے سہی۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے اپنی قربانیوں کا کیا صلہ ملا؟ ــــ آقاؤں کی تبدیلی! اور اگر دوسری جماعتوں نے بھی ہمارا ساتھ نہ دیا تو پھر ایک خون آشام خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ دوسرا نتیجہ، اگر مسلمانوں نے یہ انقلاب کھڑا کر دیا اور وہ برطانوی طاقت کو مفلوج و بے کار کر دینے میں کامیاب ہو گئے تو ظاہر ہے کہ نظامِ حکومت کی دفعتاً

بربادی سے سارا ملک پارہ پارہ ہو جائیگا۔ بے شک میں برطانوی حکمتِ عملی پر ملامت کرتا ہوں اور اسے ناقابلِ برداشت سمجھتا ہوں لیکن جب میں ان نتائج کا تصور کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم خرلوزے کے موقف میں ہیں۔"

(تقریر ۱۳ ستمبر ۱۹۴۲ء پریس کانفرنس)

(۵) "مجھے بڑی مسرت ہوئی اور میں مسلمانوں کو قابلِ مبارک باد سمجھتا ہوں کہ وہ من حیث جماعت ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس تحریک سول نافرمانی سے بالکل علیحدہ رہے (نعرہ تحسین) قابل افسوس امر یہ ہے کہ یہ ایک تحریک خانہ جنگی کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ بہر حال مجھے اس سے مسرت ہوئی کہ ذمہ دار کانگریسی رہنماؤں نے اس امر کی پوری کوشش کی کہ ہنگام عمل میں مسلمانوں کو نہ چھیڑا جائے وہ جانتے تھے کہ اگر ایسا ہوا تو پھر یہ تحریک انہی پر پلٹ پڑے گی۔"

(تقریر ۵ نومبر ۱۹۴۲ء سالانہ اجلاس کل ہندوستانی مسلم طلبہ جالندھر۔ ماخوذ از "جناح کی تقریریں" ناشر ادارہ اشاعت اردو حیدرآباد دکن طبع اول ستمبر ۱۹۴۵ء صفحات ۶۰-۶۱-۸۹-۲۰۹-۲۲۸)

"دینی رہنماؤں کی ذہنی عیاشی"

جناب مولوی سید متین ہاشمی ایم اے کی کتاب "تحریک جامعہ محمدی" سے ایک عبرت انگیز اقتباس:-

"آج ہم معمولی معمولی اور جزوی و فروعی مسائل کو لے کر آپس میں سر پھٹول کر رہے ہیں اور ایک بھائی دوسرے مسلمان کی تکفیر و تفسیق میں مصروف ہے بلکہ یہاں تک کہہ دیا جاتا ہے کہ من شك فی کفرہٖ و ضلالہٖ فقد کفر جو اس کے کافر ہونے یا گمراہ ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ دقیق اور مشکل الفہم قسم کے خالص علمی اور کلامی مسائل کو عوام میں بیان کرتے ہیں اور پھر ان کی بنیاد پر دوسرے گروہ کو جو ان سے علمی بنیادوں پر اختلاف کرتا ہے کافر قرار دے کر مسلم عوام میں باہمی منافرت پھیلاتے رہتے ہیں اور اس پر طرفہ تماشا یہ کہ اس کو دین کی بڑی خدمت بلکہ عین دین سمجھتے ہیں۔

یاد رکھئے ہمارا یہ عمل کبھی بھی بارگاہ رسالت میں پذیرائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسلام و کفر کا معاملہ بڑا نازک معاملہ ہے۔ یہ اناڑی کی بندوق نہیں ہے کہ جس پر چاہا فائر کر دیا۔

سلہٹ (مشرقی پاکستان) میں ایک مرتبہ محض اس مسئلہ پر ہفتوں مناظرہ ہوتا رہا کہ سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں ضاد کی جو آواز نکالی جائے گی وہ دال سے مشابہ ہوگی یا ذال سے؟ مناظرے میں بات بڑھتے بڑھتے تکفیر پر پہنچ گئی۔ ایک گروہ نے دوسرے کو کافر تک کہہ ڈالا۔ پھر آپس میں لڑائی ہو گئی۔ دھاردار

ہتھیاروں کا آزادانہ استعمال ہوا اور سات آدمی مارے گئے۔ مارنے والوں نے سمجھا کہ ہم نے جہاد کیا ہے اور مقتولین کے ہم نواؤں نے جانا کہ ہمارے ساتھیوں نے جامِ شہادت حاصل کر لیا۔

چاٹگام کے علاقے میں پٹیا ایک مشہور علمی جگہ ہے۔ وہاں دو جماعتوں کے الگ الگ بڑے مدرسے ہیں۔ دونوں جماعتوں کے مابین مناظرہ ہوا پھر لڑائی ہو گئی۔ ہر جماعت نے دوسری جماعت کے مدرسے کو آگ لگا دی تقریباً ڈھائی لاکھ روپے کی تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں جل گئیں۔ یہ کتابیں چنگیز خاں اور ہلاکو نے نہیں جلائی تھیں اور نہ سورن سنگھ اور مکرجی کے ماننے والوں نے۔ ان قرآنوں اور حدیثوں کے جلانے والے قرآن و حدیث کو جلاتے وقت نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، اور نعرہ رسالت یا رسول اللہ بلند کر رہے تھے۔

اللہ اللہ کتنی انوکھی خدمت اسلام ہے اور دین متین کی تعلیمات کو پھیلانے اور کلمۂ حق کو بلند کرنے کا کیسا پاکیزہ، روح پرور اور ایمان افروز طریقہ ہے؟؟

لیکن آج جبکہ مشرقی پاکستان، بنگلہ دیش بن چکا ہے اور وہاں بھارتی افواج بیٹھی ہوئی ہیں۔ وہ مجاہدینِ اسلام اور غازیانِ دین کہاں چلے گئے؟

کہاں ہیں وہ مدرسے اور وہ خانقاہیں جہاں سے اسلام کی محبت کے متوالے بھالے اور برچھیاں لے کر نکلتے تھے اور وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں ضاد کو دال سے مشابہ کر کے پڑھنے والوں پر جہاد کیا کرتے تھے؟

تو گوشِ عبرت سے سنیئے کہ اب وہ مراکزِ جہاد ناپید ہو چکے ہیں اور ان مدرسوں میں مکتی باہنی کے دفاتر ہیں۔ ایک اطلاع کے مطابق صرف اس علاقہ میں گیارہ ہزار علماء اس وقت تک شہید کئے جا چکے ہیں جن کو نہ کفن میسّر آیا نہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور نہ دفن ہوئے۔ ان کی لاشوں کو چیلوں، گِدھوں اور نہ جانے کس کس نے کھایا اب آپ کو کیا بتاؤں زبانِ قلم کو غیرت آتی ہے۔

جب کفر آیا تو اس نے دونوں کا قلع قمع کیا۔ اس کو توحید ھر جدھر سے اسلام کی بو آئی اس نے ان تمام مقامات کو تاخت و تاراج کر دیا۔ اب وہاں کوئی مؤذن بھی نہیں کہ اذان دے اور لوگ اس مسئلہ پر لڑیں کہ اذان میں انگوٹھا چومنا چاہیئے یا نہیں ...... لیکن بظاہر ہم نے ان دل دوز واقعات اور شرمناک شکست سے کوئی سبق نہیں سیکھا ہے۔ ہمارا جماعت اور ہمارے علماء تا ہنوز اس پیشۂ تکفیر و تفسیق میں مصروف ہیں۔ اور ابھی تک ہماری مساجد کے منبروں سے انہیں اختلافی مباحثوں کا آوازہ بلند ہو رہا ہے جنہوں نے عرصہ سے ملت کے شیرازے کو منتشر کر رکھا ہے اور تو اور ہم نے سنا ہے کہ مغربی پاکستان کی ایک مسجد میں یہ مسئلہ

زیر بحث ہے کہ وہ براق جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر معراج میں تشریف لے گئے تھے اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

انسانی ذہن جب عیاشی پر اتر آتا ہے تو دیکھئے کہ کون کون سے کرشمے دکھاتا ہے ...... اس خطے کے دینی رہنماؤں کی ذہنی عیاشی ملاحظہ ہو کہ وہ براق کے گوشت کی حلت اور حرمت پر بحث فرما کر عظیم ترین دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔
آپ خود غور فرمائیے کہ اس قوم کا کیا بنے گا اور جو تعلیم یافتہ نوجوان یہ بحثیں سنتے ہوں گے وہ ہماری جماعت (علماء کی جماعت) کے بارے میں کیا رائے قائم کرتے ہوں گے۔"

("تحریک جامعہ محمدی" مرتبہ مولانا محمد متین ہاشمی ایم اے۔ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۷۳ء ناشر: شعبہ تالیف و تصنیف جامعہ محمدی شریف جھنگ۔ صفحہ ۹۶ تا ۱۰۱)

"ایک دلچسپ انکشاف"

مولوی منظور احمد صاحب چنیوٹی نے ۱۸ فروری ۱۹۷۷ء کو "پاکستان قومی اتحاد" کے جلسہ دھوبی گھاٹ (لائل پور) میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"جن دنوں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تحریک چل رہی تھی۔ میں سعودی عرب میں تحریک ختم نبوت کا کام کر رہا تھا۔ میں نے شاہ فیصل مرحوم کو مرزائیوں کے بارے میں تمام حقائق سے آگاہ کیا جس پر انہوں نے وزیر اعظم بھٹو پر زور دیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور الٹی میٹم دیا کہ اگر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا گیا تو کسی پاکستانی کو حج بیت اللہ شریف کے لئے سعودی عرب آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ انھوں نے کہا کہ ۷ ستمبر کو قومی اسمبلی کو اس بارے میں فیصلہ کرنا تھا اس سے ایک روز قبل یعنی ۶ ستمبر کو پاکستان میں سعودی عرب کے سفیر الخطیب نے وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کی اور انھیں شاہ فیصل کا پیغام پہنچایا جس پر مجبوراً انھیں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا پڑا۔"

(ہفت روزہ "پاکستانی" لائلپور ۲۱ فروری ۱۹۷۷ء جلد ۲ شمارہ ۳۹)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی پیشگوئی

جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب شیرکوٹی نے بانیٔ مدرسہ دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے فارسی میں مجتہدانہ علمی خطوط کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ ایک مکتوب کے ترجمہ سے قبل آپ نے اس کا خلاصہ حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے جو دنیائے اسلام کے لئے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے لکھتے ہیں:۔

"ایک وقت آئے گا جب امام مہدی علیہ السلام

بھی پیدا ہوں گے اور اس وقت جو حق کا اتباع نہیں کرے گا اور امام پہچان کر ان کی پیروی نہ کرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ امام مہدیؑ جو اتباع سنتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی مشن پر آئیں گے وہی کچھ فرمائیں گے جو اہلسنت والجماعت کے عقائدِ صحیحہ میں موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مسلمانوں کا کوئی خاص فرقہ ان کو اپنے ڈھب کا نہ پاکر یہودیوں کی طرح سے جو پیغمبر آخر الزمانؐ کے انتظار میں تھے اور پھر ان سے برگشتہ ہو گئے تھے۔ ایسے ہی وہ فرقہ امام مہدی سے برگشتہ ہو جائے"

(قاسم العلوم مع اردو ترجمہ انوار النجوم یعنی خطوط مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ۔ مترجمہ پروفیسر انوار الحسن صاحب شیرکوٹی۔ پبلشرز ناشرانِ قرآن لمیٹڈ ۳۸ اردو بازار لاہور۔ صفحہ۱۔ مطبوعہ ۱۹۷۴ء)

○

مطالباتِ تحریکِ جدید

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت کو شاہراہِ ترقی پر پوری طرح گامزن کرنے کے لئے تحریکِ جدید جاری فرمائی اور اس سلسلہ میں حضورؓ نے جماعت سے جو مطالبات فرمائے وہ بطور یاد دہانی پیش ہیں:۔

(۱) سادہ زندگی بسر کریں (۲) امانت فنڈ تحریکِ جدید میں روپیہ جمع کروائیں (۳) دشمن کے گندے لٹریچر کا جواب تیار کریں (۴) تبلیغِ ممالکِ بیرون میں حصہ لیں۔ (۵) سکیم خاص تبلیغی میں مالی لحاظ سے حصہ لیں (۶) تبلیغی سروے میں حصہ لیں۔ (۷) وقفِ رخصتِ موسمی میں حصہ لیں (۸) نوجوان خدمتِ دین کے لئے زندگیاں وقف کریں (۹) رخصت کے ایام خدمتِ دین کے لئے وقف کریں (۱۰) صاحبِ توفیق مختلف جلسوں میں لیکچر دیں (۱۱) کم از کم پچیس لاکھ کا ایک مستقل ریزرو فنڈ قائم کریں (۱۲) پنشنر اصحاب اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لئے پیش کریں (۱۳) طلباء کو تعلیم و تربیت کے لئے مرکزِ سلسلہ میں بھیجیں (۱۴) صاحبِ حیثیت لوگ اپنے بچوں کے مستقبل کے بارے میں مشورہ طلب کریں۔ (۱۵) بے کار دنیا میں نکل جائیں۔ خود کمائیں اور کھائیں اور تبلیغِ احمدیت بھی کرتے پھریں (۱۶) اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں (۱۷) جو لوگ بیکار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی مل سکے کر لیں (۱۸) مرکزِ سلسلہ میں مکان بنوائیں۔ یہ دنیا نہیں بلکہ دین ہے (۱۹) مقاصد تحریکِ جدید کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔ (۲۰) تمدنِ اسلامی کا قیام کریں (۲۱) قومی دیانت کا قیام کریں (۲۲) عورتوں کے حقوق کی حفاظت کریں (۲۳) رستوں کی صفائی کا خیال رکھیں (۲۴) احمدیہ دار القضاء کا قیام کریں اور اس کے فیصلوں کی پابندی کریں (۲۵) اپنی اولاد کو دین کے لئے وقف کریں (۲۶) وقفِ جائداد و آمد میں حصہ لیں۔ (۲۷) "حلف الفضول" کی قسم کا معاہدہ کریں کہ ہم امانت عدل و انصاف کو قائم کریں گے

امید ہے جماعت کا ہر فرد حضورؓ کے ان ارشادات کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے آمین!

عبد الرحیم احمد

وکیل الدیوان تحریکِ جدید ربوہ

اسلام کی نشأۃ ثانیہ کیلئے ایک اور فجر

سورۃ الفجر کی پیشگوئی کے ظہور کی ایک صورت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تفسیر کبیر کا ایک اہم اقتباس

مرسلہ جناب نوابزادہ عباس احمد خاں صاحب لاہور

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ ۱۹۴۴ء میں سورۃ الفجر کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

"فرماتا ہے۔ وَاللَّیْلِ اِذَا یَسْرِ اس حصۂ آیت میں پھر ایک اور صدی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو دس تاریک راتوں کے بعد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے معاً بعد اسلام کی ترقی نہ ہوگی وہ فجر تو ان کے بعد ظاہر ہو جائیگی شعاع نور نظر آ جائیگی اور لوگوں کی امیدیں بندھ جائیں گی مگر ابھی رات نہ جائے گی بلکہ ایک صدی کا ابھی وقفہ ہوگا۔ اب اگر ۱۸۹۰ء کو فجر لے لو تو یہ صدی ۱۹۹۰ء تک چلتی ہے۔ آج کل ۱۹۴۴ء ہے اس لحاظ سے چھیالیس سال ابھی اس لیل میں باقی رہتے ہیں اور اگر ہجری سال لے لو اور ۱۳۰۷ھ کو دس تاریک راتوں کا آخری سال قرار دے دو تو یہ صدی ۱۴۰۷ھ میں ختم ہوتی ہے گویا اس لحاظ سے لیل کے ختم ہونے میں صرف ۴۴ سال باقی رہتے ہیں اور اگر صدی کا سر ۱۳۱۰ھ لو اور ۱۴۱۰ھ میں اس لیل کا اختتام سمجھو تو اس میں ۴۷ سال باقی رہتے ہیں۔ یہ تینوں ترتیبیں جو تین مختلف جہتوں سے پیدا ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کونسی جہت حقیقی ہے اور کونسی غیر حقیقی یہ بھی ممکن ہے کہ تینوں جہتیں ہی حقیقی ہوں جیسے دس راتوں کی پیشگوئی کے بارہ میں میں نے بتایا تھا کہ آپ کے دعویٰ کے لحاظ سے ایک رنگ میں پیشگوئی پوری ہو جاتی ہے۔ بیعت کے لحاظ سے دوسرے رنگ میں اور انجمن احمدیہ کی اشاعت کے لحاظ سے تیسرے رنگ میں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ جانے والی ایک رات کا ایک ظہور آٹھ سال بعد ہو یعنی ۱۹۵۲ء میں ایک ظہور ۴۶ سال بعد ہو یعنی ۱۹۹۰ء میں۔ قمری لحاظ سے چونکہ ایک صدی میں تین سال کی کمی آ جاتی ہے اس لئے ۴۷ سالہ میعاد میں سے اگر تین سال نکال دیئے جائیں تو

۴۳ سال رہ جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ لیل ۱۳۹۷ھ ہجری میں ختم ہوگی۔ گویا تین کی بجائے چار جہتیں ہوگئیں۔ چونکہ ابھی یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اس لئے جتنے نقطہ ہائے نگاہ سے بھی تعیین کی جاسکے ہیں ان سب کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ ایک نقطۂ نگاہ سے اس لیل کے جاتے ہیں صرف آٹھ سال باقی رہتے ہیں۔ ایک نقطۂ نگاہ سے ۴۳ سال باقی رہتے ہیں۔ ایک نقطۂ نگاہ سے ۷۳ سال باقی رہتے ہیں اور ایک نقطۂ نگاہ سے ۴۶ سال باقی رہتے ہیں۔ اس عرصہ میں **یقیناً دوبارہ اللہ تعالیٰ کے کسی جلوہ کے ساتھ یوم الفرقان ظاہر ہوگا** ۔ اور کسی خاص نشان کے ذریعہ **احمدیت کو تقویت حاصل ہوگی**۔ گو جیسا کہ بدر کی جنگ آخری جنگ نہیں تھی اس کے بعد بھی لڑائیاں ہوتی رہیں اسی طرح اس کے بعد بھی مخالفین سے ہماری لڑائیاں جاری رہیں گی۔ مگر بہرحال احمدیت کو اس وقت تک ایسے رنگ میں غلبہ میسر آجائے گا کہ دشمن اس کو محسوس کرنے لگ جائے گا۔ اسلام اور احمدیت کی کامل فتح تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے۔ قریباً تین سو سال کے عرصہ میں ہوگی۔ اس کے بعد جو قومیں احمدیت میں شامل نہیں ہوں گی ان کی حیثیت بالکل ایسی ہی رہ جائے گی جیسے آج کل یہود کی ہے۔ **بہرحال وہ آخری ترقی خواہ کچھ لمبے عرصہ کے بعد ہو احمدیت کی ایک فتح یا آج سے آٹھ سال بعد ہوگی یا آج سے ۴۳ سال بعد ہوگی یا آج سے ۷۳ سال بعد ہوگی یا آج سے ۴۶ سال بعد ہوگی۔ یا ان سالوں کے لگ بھگ وہ فتح ظاہر ہو جائیگی**۔ کیونکہ پیشگوئیوں میں دن نہیں گنے جاتے بلکہ ایک موٹا اندازہ بتایا جاتا ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ **ان چاروں اوقات میں چار مختلف قسم کی فتوحات** ظاہر ہوں۔ پس ان سب سالوں میں یا ان سالوں کے لگ بھگ ضرور کسی نہ کسی رنگ میں احمدیت کو فتح حاصل ہوگی۔

فتح و نصرت کے نشانات قریب قریب عرصہ میں ظاہر ہونے سے یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ مومنوں کے ایمان ساتھ کے ساتھ تازہ ہوتے رہتے ہیں جیسے گھر سے بہ خیریت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کے ساتھ نکل گئے تو مومنوں کو ایک خوشی پہنچی۔ جب غار ثور میں دشمنوں کے حملہ سے بچ گئے تو دوسری خوشی پہنچی۔ مدینہ پہنچے تو تیسری خوشی حاصل ہوئی۔ بدر کی جنگ میں کفار کو شکست ہوئی تو چوتھی خوشی پہنچی۔ اسی طرح ممکن ہے اللہ تعالیٰ **ان چاروں مدتوں میں سے ہر مدت کے اختتام پر فجر کی ایک لَو ظاہر کرتا رہے** اور اس طرح مومنوں کے ایمانوں کو تقویت دیتا رہے۔ اسی رات کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اشعار میں فرمایا ؎

"دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار"

(تفسیر کبیر پارہ عمّ سورۃ الفجر۔ صفحات ۵۲۸-۵۳۰)

○

(بقیہ صفحہ ۲۴)

بنی ہوئی ہے جس کی طرف ہم ابھی ابھی اشارہ کر چکے ہیں۔ پھر ایک اور مرتبہ ایسا نیا مقبرہ بنانے کی ضرورت پڑی جس میں پولش اور دیگر اقوام کے مسلمان جنازے دفن کیے جا سکیں۔ اس مدفن میں قبور کی اور شکل ہے کیونکہ ان کے کتبے نصف دائرہ کی شکل و صورت میں ہیں اور ان پر آیات کریمہ یا احادیث شریفہ اور دیگر بیل بوٹے کندہ اور لکھے ہوئے ہیں ان میں ایک الکائی ہلال بھی ہے۔

آخری جنگ میں اسلامی مقابر کو بہت نقصان پہنچا ہے کیونکہ یہ جنگی عملیات کے علاقہ میں واقع تھے۔ سو پرانا مقبرہ پورا کا پورا تباہ ہو چکا ہے اور جنگ کے بعد اس کی اصلاح کی طرف توجہ دی جا رہی ہے اور اس کے اردگرد ایک فصیل بنائی جا رہی ہے۔ باوجود اس کے اس منطقہ کے خوبصورت نقشہ اور اس کے اردگرد بلند و بالا درختوں کے نصب کرنے کے باعث یہ بہت دلفریب اور سحر انگیز طور پر خوبصورت نظر آتے ہیں۔ وارسا کے مضافات میں ایک بستی سنر رو ونکا نامی میں ایک اسلامی مقبرہ ہے اسی طرح مشرقی پولینڈ کے خیلو میدی دی۔ بیالیستوک نامی علاقہ میں بہت سے اسلامی محلّے ایسے ہیں جہاں بہت سارے اسلامی آثار اور عمارتیں پائی جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بوگونیکی اور کروزنیانی بستیوں میں ایسی مساجد اور مقابر پائے جاتے ہیں جو سترھویں صدی کے آخر پر تعمیر ہوئے تھے اور ان کا اکثر حصہ لکڑی سے تعمیر شدہ ہے۔ بوہونیکی کی جامع مسجد اپنے مربع قطعہ زمین اور مخروطی شکل کی چھت اور ہلال والے چھوٹے سے منارہ کے سبب ممتاز خیال کی جاتی ہے اس کی دیواروں پر ایسے الواح لگے ہوئے ہیں جن پر آیات قرآنیہ لکھی ہوئی ہیں یا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعض مناظر خصوصاً کعبہ شریف کی صورتیں بنی ہوئی ہیں۔

حکومت پولینڈ نے بوگونیکی اور کوسترینیا کی مساجد کی مرمت کروا دی ہے اور مؤخر الذکر مسجد اپنے دو برجوں، مناروں اور دیگر معماری اوصاف کے سبب خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس علاقے میں ایسے قبرستان بھی ہیں جن کے مقابر کے پتھروں پر مختلف عبارتیں نقش شدہ ہیں۔ ان میں سے قدیم ترین ۱۷۷۴ء کی ہے۔

اسی طرح بیلوک بیونسکی شہر کے قریب ستوذیانکا شہر میں ایک مسجد تھی جو ۱۹۱۰ء میں تباہ ہو چکی ہے۔ یہ مسجد پندرھویں صدی عیسوی میں تعمیر ہوئی تھی اور اسی کے قبرستان میں امام صاحب مصطفیٰ بیلاک دفن ہوئے تھے۔

صوبہ سیلیزیا کے شہر اولیتو میں ایک مقبرہ ایسا بھی ہے جس میں ایک ایسے شخص بھی دفن ہیں جو کسی مشرقی ملک کے وفد کے رکن تھے اور دوران سفر وفات پا جانے کے سبب انہیں یہیں دفن کر دیا گیا تھا۔

یہ بھی عادت رہی ہے کہ یہاں کی مساجد کے ائمہ صاحبان اپنے پاس مختلف دینی کتب و تحاریر اور قرآن پاک کے کئی نسخے محفوظ رکھا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض مخطوطات بعض خاندانوں کی ملکیت ہیں اور یہ عادت رہی ہے کہ انہیں نہایت احتیاط اور خوبصورت طور پر لکھا جاتا تھا اور ان پر رنگا رنگ خوشنما حاشیے بنائے جاتے تھے۔ ان مخطوطات اور تحاریر میں سے کچھ تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت مقدسہ پر مشتمل ہوتے۔ بعض میں اسلامی کہانیاں بعض تفسیری تحریریں اور دوسرے ایسے جن میں اسلامی

عبادات و شریعت اسلامیہ کی تفصیلات ہوتی تھیں گو یہ عربی حروف میں تحریر ہوتے لیکن ان کی زبان پولش ہوتی۔ اسی قسم کی ایک سنہ ۱۷۹۲ء کی تحریر ابھی تک کردنیاری میں محفوظ ہے

پولینڈ میں مسلمان شریعت اسلامیہ کے مطابق اپنی دینی عیدیں مناتے ہیں اور یہ مولد النبی، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ہجری نیا سال وغیرہ ہیں۔

مساجد اور مقابر کے علاوہ بھی پولینڈ میں فنونِ اسلامیہ کے کئی دیگر آثار موجود ہیں مثلاً صوبہ وارسا کے شہر نیو بوردف میں مخروطی قطع کے ایسے عمود (ستون) بنے ہوئے ہیں جن پر بیضوی شکل کے الواح چسپاں ہیں اور ان تختیوں پر خوشنما خطِ ثلث میں عربی لکھی ہوئی ہے ان تعمیرات کی تاریخ سنہ ۱۱۲۰ ھجری معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح شہر اشوفینز کے قریب شہر زاتور میں سنگِ مرمر کی ایک لوح موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر شلینہ کی مسجد سنہ ۱۷۱۶ء میں تاسیس کی گئی تھی اور یہ مرمری لوح دوری شہر میں سنہ ۱۸۵۲ء تک نمائش میں رکھی جاتی تھی یہاں تک کہ اسے زاتور شہر کے ایک محل کے باغ میں لے جا کر رکھ دیا گیا۔ اس لوح پر خطِ نسخ میں عربی عبارات تحریر ہیں۔

پولینڈ میں خوبصورت تلواریں، قیمتی اور تاریخی مخطوطات، دھاتوں کے برتن اور خوشنما کپڑے وغیرہ کے اسلامی آثار و نمونے پراگندہ اور بڑی تعداد میں ملیں گے۔

پولینڈ میں فنون و آرٹ کے دلدادہ اور شوقین لوگوں میں عمارات کو مشرقی اور اسلامی طرز پر بنانا عام ہے جس کی مثال وارسا شہر کے مشہور منارہ میں بخوبی مل سکتی ہے۔ وارسا شہر کے موکوتو علاقہ میں بھی ایک ایسی عمارت بھی ملتی ہے جو مراکشی عربی اور ہسپانوی اسلامی طرزِ تعمیر کے مطابق سنہ ۱۷۶۶ء میں بنائی گئی تھی اور پھر سنہ ۱۸۲۵ء میں اس کی ترمیم بھی کی گئی تھی۔ اس عمارت پر بھی عربی طرز کے نقش و نگار تھے لیکن یہ عمارت بھی گزشتہ جنگِ عظیم میں منہدم ہو چکی ہے۔

صوبہ پوزنان کے شہر کولو سے پانچ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گاؤں کوشیلن نامی ہے اس میں ایک مسجد تعمیر ہے جسے ایک مسلمان نے اپنی بیوی کی خاطر بنوایا تھا اسی طرح ایک اور مسجد ہے جسے اٹھارھویں صدی کے ایک متمول مسلمان زمیندار نے تعمیر کروایا تھا ہمیں بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ خوشنما بارہ دری، بلند و بالا دروازے اور محراب۔ عالی شان مساجد اور وسیع اور پر رونق قبرستان پولینڈ میں کیسے تعمیر ہوئے؟

یہ سب اسلامی ممالک اور پولینڈ کے درمیان خوش گوار اور مضبوط تعلقات کے نتیجہ میں بنے ہیں۔ یہ سب قیمتی آثار اور بہت عزیز یادگاریں ہیں جن کی نگہبانی ہو رہی ہے اور ضرور ہونی چاہیئے ✦

خریدار بھائیوں سے ضروری گزارشات

(۱) سالانہ چندہ ختم ہونے کی اطلاع ملنے پر سالانہ چندہ پندرہ روپے فوراً ارسال فرمائیں۔ بہتر یہی ہے کہ رقم بذریعہ منی آرڈر بھجوائیں

(۲) رسالہ کی اشاعت کے لئے ۱۵ تاریخ مقرر ہے اگر آپ کو بروقت رسالہ نہ ملے تو آپ کی طرف سے پندرہ دن کے اندر اطلاع آنے پر رسالہ دوبارہ بھجوایا جاتا ہے

(منیجر الفرقان ربوہ)

(بقیہ صفحہ ۲۴)

بنی ہوئی ہے جس کی طرف ہم ابھی ابھی اشارہ کر چکے ہیں۔ پھر ایک اور مزید ایسا نیا مقبرہ بنانے کی ضرورت پڑی جس میں پولش اور دیگر اقوام کے مسلمان جنازے دفن کئے جا سکیں۔ اس مدفن میں قبور کی اور شکل ہے کیونکہ ان کے کتبے نصف دائرہ کی شکل وصورت میں ہیں اور ان پر آیات کریمہ یا احادیث شریفہ اور دیگر بیل بوٹے کندہ اور لکھے ہوئے ہیں ان میں ایک اکائی ہلال بھی ہے۔

آخری جنگ میں اسلامی مقابر کو بہت نقصان پہنچا ہے کیونکہ یہ جنگی عملیات کے علاقہ میں واقع تھے۔ سو پرانا مقبرہ پورا کا پورا تباہ ہو چکا ہے اور جنگ کے بعد اس کی اصلاح کی طرف توجہ دی جا رہی ہے اور اس کے ارد گرد ایک فصیل بنائی جا رہی ہے۔ باوجود اس کے اس منطقہ کے خوبصورت نقشہ اور اس کے ارد گرد بلند و بالا درختوں کے نصب کرنے کے باعث یہ بہت دلفریب اور سحر انگیز طور پر خوبصورت نظر آتے ہیں۔ وارسا کے مضافات میں ایک بستی ہنر روولکا نامی میں ایک اسلامی مقبرہ ہے اسی طرح مشرقی پولینڈ کے نیلو میدی دی۔ بیالیستوک نامی علاقہ میں بہت سے اسلامی محلّے ایسے ہیں جہاں بہت سارے اسلامی آثار اور عمارتیں پائی جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بوہونیکی اور کروزنیانی بستیوں میں ایسی مساجد اور مقابر پائے جاتے ہیں جو سترھویں صدی کے آخر پہ تعمیر ہوئے تھے اور ان کا اکثر حصہ لکڑی سے تعمیر شدہ ہے۔ بوہونیکی کی جامع مسجد اپنے مربّع قطعہ زمین اور مخروطی شکل کی چھوٹ اور ہلال والے چھوٹے سے منارہ کے سبب ممتاز خیال کی جاتی ہے اس کی دیواروں پر ایسے الواح لگے ہوئے ہیں جن پہ آیات قرآنیہ لکھی ہوئی ہیں یا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعض مناظر خصوصاً کعبہ شریف کی صورتیں بنی ہوئی ہیں۔

حکومت پولینڈ نے بوہونیکی اور کروزنیانی کی مساجد کی مرمت کروا دی ہے اور موخر الذکر مسجد اپنے دو برجوں، منارے اور دیگر معماری اوصاف کے سبب خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس علاقے میں ایسے قبرستان بھی ہیں جن کے مقابر کے پتھروں پر مختلف عبارتیں نقش شدہ ہیں۔ ان میں سے قدیم ترین ۱۷۴۲ء کی ہے۔

اسی طرح بیلورک بیونسکی شہر کے قریب ستودزیانکا شہر میں ایک مسجد تھی جو ۱۹۱۰ء میں تباہ ہو چکی ہے۔ یہ مسجد پندرھویں صدی عیسوی میں تعمیر ہوئی تھی اور اسی کے قبرستان میں امام صاحب مصطفیٰ بیلاک دفن ہوئے تھے۔

صوبہ سیلیزیا کے شہر اولیتو میں ایک مقبرہ ایسا بھی ہے جس میں ایک ایسے شخص بھی دفن ہیں جو کسی مشرقی ملک کے وفد کے رکن تھے اور دورانِ سفر وفات پا جانے کے سبب انھیں یہیں دفن کر دیا گیا تھا۔

یہ بھی عادت رہی ہے کہ یہاں کی مساجد کے ائمہ صاحبان اپنے پاس مختلف دینی کتب و تحاریر اور قرآن پاک کے کئی نسخے محفوظ رکھا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض مخطوطات بعض خاندانوں کی ملکیت ہیں اور یہ عادت رہی ہے کہ انہیں نہایت احتیاط اور خوبصورت طور پر لکھا جاتا تھا اور ان پر رنگا رنگ خوش نما حاشیے بنائے جاتے تھے۔ ان مخطوطات اور تحاریر میں سے کچھ تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت مقدسہ پر مشتمل ہوتے۔ بعض میں اسلامی کہانیاں بعض تفسیری تحریریں اور دوسرے ایسے جن میں اسلامی

عبادات و شریعتِ اسلامیہ کی تفصیلات ہوتی تھیں۔ گو یہ عربی حروف میں تحریر ہوتے لیکن ان کی زبان پولش ہوتی۔ اسی قسم کی ایک ۱۷۹۲ء کی تحریر ابھی تک کردتیاری میں محفوظ ہے

پولینڈ میں مسلمان شریعتِ اسلامیہ کے مطابق اپنی دینی عیدیں مناتے ہیں اور یہ مولد النبی ۱۲، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ہجری نیا سال وغیرہ ہیں۔

مساجد اور مقابر کے علاوہ بھی پولینڈ میں فنونِ اسلامیہ کے کئی دیگر آثار موجود ہیں مثلاً صوبہ وارسا کے شہر نیو بوروف میں مخروطی قطع کے ایسے عمود (ستون) بنے ہوئے ہیں جن پر بیضوی شکل کے الواح چسپاں ہیں اور ان تختیوں پر خوشنما خطِ ثلث میں عربی لکھی ہوئی ہے ان تعمیرات کی تاریخ سنہ ۱۱۲۱ ہجری کی معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح شہر اشوخینز کے قریب شہر زاتور میں سنگِ مرمر کی ایک لوح موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر شیلنہ کی مسجد سنہ ۱۷۱۹ء میں تاسیس کی گئی تھی اور یہ مرمری لوح دوری شہر میں سنہ ۱۸۵۲ء تک نمائش میں رکھی جاتی تھی یہاں تک کہ اسے زاتور شہر کے ایک محل کے باغ میں لے جا کر رکھ دیا گیا۔ اس لوح پر خطِ نسخ میں عربی عبارات تحریر ہیں۔

پولینڈ میں خوبصورت تلواریں، قیمتی اور تاریخی مخطوطات، دھاتوں کے برتن اور خوشنما کپڑے وغیرہ کے اسلامی آثار و نمونے پراگندہ اور بڑی تعداد میں ملیں گے۔

پولینڈ میں فنون و آرٹ کے دلدادہ اور شوقین لوگوں میں عمارات کو مشرقی اور اسلامی طرز پر بنانا عام ہے جس کی مثال وارسا شہر کے مشہور منارہ میں بخوبی مل سکتی ہے۔ وارسا شہر کے مرکوتو علاقہ میں بھی ایک ایسی عمارت بھی ملتی ہے جو مراکشی عربی اور ہسپانوی اسلامی طرزِ تعمیر کے مطابق سنہ [illegible] میں بنائی گئی تھی اور پھر سنہ ۱۸۲۵ء میں اس کی ترمیم بھی کی گئی تھی۔ اس عمارت پر بھی عربی طرز کے نقش و نگار تھے لیکن یہ عمارت بھی گزشتہ جنگِ عظیم میں منہدم ہو چکی ہے۔

صوبہ پوزنان کے شہر کولو سے پانچ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گاؤں کوشیلن نامی ہے اس میں ایک مسجد تعمیر ہے جسے ایک مسلمان نے اپنی بیوی کی خاطر بنوایا تھا اسی طرح ایک اور مسجد ہے جسے اٹھارھویں صدی کے ایک متمول مسلمان زمیندار نے تعمیر کروایا تھا۔ ہمیں بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ خوشنما بارہ دری، بلند و بالا دروازے اور محراب۔ عالی شان مساجد اور وسیع اور پُر درختوں سے پُر قبرستان پولینڈ میں کیسے تعمیر ہوئے؟

یہ سب اسلامی ممالک اور پولینڈ کے درمیان خوشگوار اور مضبوط تعلقات کے نتیجہ میں بنے ہیں۔ یہ سب قیمتی آثار اور بہت عزیز یادگاریں ہیں جن کی نگہبانی ہو رہی ہے اور ضرور ہونی چاہیئے +

خریدار بھائیوں سے ضروری گزارشات

(۱) سالانہ چندہ ختم ہونے کی اطلاع ملنے پر سالانہ چندہ پندرہ روپیے فوراً ارسال فرمائیں۔ بہتر یہی ہے کہ رقم بذریعہ منی آرڈر ڈاکخانہ بھجوائیں

(۲) رسالہ کی اشاعت کے لئے ۱۵ تاریخ مقرر ہے اگر آپ کو بروقت رسالہ نہ ملے تو آپ کی طرف سے پندرہ دن کے اندر اطلاع آنے پر رسالہ دوبارہ بھجوایا جاتا ہے۔

(مینیجر الفرقان ربوہ)

سوالات اور اُن کے جواب

سوال ۱۰: ٹیلی ویژن کا کیا حکم ہے ؟

"آج کل .T.V عام ہو گیا ہے اکثر گھروں میں موجود ہے اس کے متعلق اسلام کا کیا حکم ہے کیا اس کا دیکھنا اور سننا گناہ تو نہیں ؟"

الجواب : .T.V کے ذریعہ ملکی اور عالمی خبریں سنی جا سکتی ہیں اور عمدہ لیکچر سُنے جا سکتے ہیں۔ اچھے قدرتی مناظر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے ٹیلی ویژن کی افادیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس میں مضرت کے بھی بہت سے پہلو ہیں۔ ان مضرتوں کا معزز سائل نے بھی ذکر فرمایا ہے ایک اور درد مند دوست لکھتے ہیں کہ "کم بخت ٹی وی نے ہمارے گھروں کو تباہ کر ڈالا ہے۔ بچے۔ بوڑھے اور نوجوان سب ہی دینی کتب کے مطالعہ سے الگ ہو کر ٹی وی کے گرد ہو گئے ہیں۔"

قرآن مجید نے شراب اور جوئے کے بارے میں فرمایا ہے وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرہ ع ۲۸) کہ ان کے ذریعہ سے پہنچنے والا نقصان ان کے نفع سے زیادہ ہے اس لئے ہم انھیں ناجائز قرار دیتے ہیں۔

.T.V اپنی ذات میں تو ایک آلہ ہے جس سے مفید اور بہتر کام بھی لیا جا سکتا ہے اور اسے ایسے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے جو سراسر مضرت رساں ہو۔ جہاں .T.V سے دینی، علمی اور اخلاقی نقصان پہنچتا ہے وہاں اس کا سننا اور دیکھنا روا نہیں لیکن جہاں اس کو اس کے مفید پہلوؤں سے استعمال کیا جاتا ہے وہاں اس کی افادیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا[1]

سوال ۱۱: حضرت لوطؑ کے فقرہ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ سے کیا مراد ہے ؟

الجواب : حضرت لوط علیہ السلام قوم کے بزرگ نبی تھے قوم کی بیٹیوں کو بزرگ اپنی ہی بیٹیاں قرار دیا کرتے ہیں انھوں نے شریر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تمہیں ازدواجی تعلقات اپنی بیویوں سے قائم کرنے چاہئیں۔ غلط راستوں کو اختیار نہ کرنا چاہیئے ایک اور مقام پر حضرت لوطؑ کے قول کو یوں ذکر فرمایا ہے :-

" اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝
وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ
اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝"
(الشعراء ع ۹)

کہ تم لوگ اپنی بیویوں کو چھوڑ کر ٹیڑھے راستے پر کیوں چل رہے ہو؟

پس بَنَاتِیْ کہہ کر حضرت لوطؑ نے اُن لوگوں کو ان کی اپنی بیویوں

---

[1] اس بارے میں دوسرے احباب بھی اپنے خیالات کا اظہار فرما سکتے ہیں۔ (ابو العطاء)

کی طرف توجہ دلائی ہے۔

سوال ۱۲: اہلسنت اور اہل حدیث حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی کچھ آیات منسوخ شدہ ہیں ان کا تلاوت کرنا تو باعثِ ثواب ہے مگر ان پر عمل کرنا منع ہے۔ نیز یہ کہ جو شخص ان آیات کو منسوخ شدہ نہیں مانتا وہ کامل مسلمان نہیں ہے اس بارے میں آپ مجھے کوئی رسالہ بھجوا سکتے ہیں؟

(محمد وارث لاہور)

الجواب: قرآن مجید میں منسوخ آیات کا ماننا ہرگز درست نہیں۔ قائلین نسخ ان آیات کی تعداد اور تعیین میں شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ کوئی پانچ سو آیات کو منسوخ قرار دیتا ہے اور کوئی دو سو کو اور کوئی پچیس ۲۵ آیات کو منسوخ ٹھہراتا ہے۔ یہ اختلاف خود بتلاتا ہے کہ اس بارے میں اللہ اور رسولؐ کا کوئی ارشاد ان لوگوں کے پاس نہیں ہے جو جو آیات کسی عالم کو سمجھ نہ آئیں اس نے انھیں منسوخ قرار دے دیا۔ اصل بات یہی ہے کہ سارا ہی قرآن مجید محکم ہے اس کی کوئی ایک آیت بھی منسوخ نہیں ہے۔ میں آپ کو الفرقان کا خاص نمبر جس کا موضوع لا نسخ فی القرآن ہے بھجوا رہا ہوں۔

سوال ۱۳: جماعت احمدیہ کے عقائد کی رو سے تصوف کی کیا تشریح ہے؟

الجواب: تصوف صفائی قلب کا نام ہے اور یہ صفائی قلب اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور اس کی نواہی سے اجتناب کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اللہ اور رسولؐ کی باتوں پر عمل پیرا ہونے سے تزکیہ نفوس ہوتا ہے یہ حقیقی تصوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کہلوایا ہے۔ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ۔ جماعت احمدیہ اسی تصوف کی قائل ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور کسی قسم کے تکلف میں نہیں پڑتی۔

سوال ۱۴: سورہ اعراف ع ۲۴ کی آیت:-

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا۔ (الآية)

کے بارے میں تین سوالوں کے جواب دیں:-

(الف) نفس واحدہ سے کون مراد ہیں؟

(ب) کیا یہ نفس واحدہ نبی تھے یا غیر نبی؟

(ج) کیا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ سے مراد خالص شرک ہے؟

الجواب: نفس واحدہ سے انسانی فطرت اور احساسات کی یکسانی مراد ہے۔ بعض مفسرین نے اس سے حضرت آدمؑ بھی مراد لئے ہیں لیکن آیت کا سیاق سباق اس کی تائید نہیں کرتا ان آیات میں عام انسانوں کا ذکر ہے۔ اسی جواب سے سوال کا دوسرا حصہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو یکساں فطرت عطا کی ہے۔ عورتوں کے بھی ویسے ہی جذبات ہیں جیسے مردوں کے ہیں۔ (ج) اس جگہ ذکر مشرکین کا ہی ہے۔ اس لئے شرک سے مراد خالص شرک ہے۔

سوال ۱۵: حضرت معاویہ کی اسلام میں کیا حیثیت ہے۔ ان کے بارے میں شیعوں کو کس طرح مطمئن کیا جا سکتا ہے؟

الجواب: حضرت معاویہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شامل ہیں۔ انھوں نے اسلام کے دفاع میں غزوات میں بھی حصہ لیا ہے اور ملک شام جیسا زمام سلطنت ان کے سپرد تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقعہ پر ان کا اور بعض اور صحابہ کا موقف یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے

فوراً قصاص لیا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ پہلے ملک میں ضبط و نظم قائم ہو جائے اور سب لوگ میری بیعت کر لیں تاکہ میں بدلہ لے سکوں کیونکہ حضرت عثمان رضؓ کا قتل ایک منظم اور پھیلی ہوئی سازش کا نتیجہ ہے۔ اس بحرانی کیفیت سے بعض مفاد پرست حلقوں نے طرح طرح میں غلط باتوں کو شہرت دے دی۔ نوبت بایںجا رسید کہ حضرت علی رضؓ اور حضرت معاویہ رضؓ میں اجتہادی غلطی کے نتیجہ میں جنگیں بھی ہوئیں۔

جماعت احمدیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برحق چوتھا خلیفہ راشد یقین کرتی ہے اس لئے ان کی اطاعت و بیعت کو ضروری جانتی ہے۔ حضرت معاویہ رضؓ نے خواہ کسی وجہ سے بیعت و اطاعت سے روگردانی کی وہ اس معاملہ میں خطا کار ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور حکم عدل یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ حق حضرت علیؓ کے ساتھ تھا ان کے دورِ خلافت میں جس نے ان کی مخالفت کی وہ باغی اور طاغی قرار پائے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حالات میں ایک تبدیلی پیدا ہو گئی۔ امتِ مسلمہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کیا مگر انھوں نے چند ماہ کے بعد بعض وجوہ کی بنا پر حضرت معاویہ رضؓ سے صلح کر لی۔ خود خلافت سے دستبردار ہو گئے اور حضرت معاویہ رضؓ کی بطور امیر المومنین بیعت کر لی۔ موجود صحابہ اور دیگر افراد اہلبیت نے بھی حضرت معاویہ رضؓ کی بیعت کر لی۔ اس طرح امتِ مسلمہ میں کچھ عرصہ کے لئے امن کی صورت پیدا ہو گئی۔

اس جگہ یہ امر زیر بحث نہیں کہ حضرت امام حسن رضؓ نے کیوں خلافت کو ترک کر دیا۔ وہ اپنے حالات کو بہتر سمجھتے تھے بعض محققین کا خیال ہے کہ انھوں نے یہ دیکھ کر کہ حدیث نبوی "الخلافة ثلاثون سنة" والی مدت پوری ہو گئی ہے اور پھر اس خیال سے کہ میرے متعلق رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ یہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرنے والا ہوں گا، دستبرداری اختیار کر لی تھی۔ اس وقت یہ بات موضوع بحث نہیں یہ حقیقت ہے کہ حضرت امام حسن رضؓ نے حضرت معاویہ رضؓ سے صلح کر لی اور ان سے تعاون فرمایا اور کوئی مخالفت نہ کی اس وجہ سے حضرت معاویہ رضؓ کی پوزیشن مسلمانوں کے ملک مطاع کی ہو گئی۔

سائل نے شیعہ حضرات کو اس بارے میں مطمئن کرنے کا ذکر کیا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ شیعہ صاحبان کے نزدیک ائمہ کرام معصوم ہیں حضرت حسن رضؓ ان میں شامل ہیں۔ اس لئے ان کا عمل شیعہ حضرات پر حجت ہونا چاہیئے۔ حضرت معاویہ رضؓ کے پہلے کے حالات سے جو الزام ان پر آتا تھا۔ حضرت امام حسن رضؓ نے اپنے عمل سے اس وقت اس کا ازالہ فرما دیا۔

باقی رہا یہ کہ اس کے بعد کے عرصہ سلطنت میں امیر معاویہ رضؓ نے کوئی خطرناک غلطی کی اور امت کو مخمصہ میں مبتلا کرنے کا موجب بنے تو اس بارے میں تاریخ میں شدید اختلافات ہیں حتیٰ کہ یزید کے متعلق بھی بعض راویوں نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے مگر اہل سنت محققین کی رائے اس کے بارے میں ہرگز اچھی نہیں ہے۔ بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے بھی یزید کے خلاف ہی رائے دی ہے اور اس کے رویہ کی مذمت کی ہے اور یزید کو پلید کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔

اس جگہ یہ ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کو اہل سنت نے درست تسلیم کیا ہے اور جماعت احمدیہ انہیں اپنے بانی علیہ السلام کی تحریر کے مطابق **سیّد الشہداء** مانتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جہاں تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیثیت کا سوال ہے وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت اور اطاعت کر لینے سے واضح ہے۔ انفرادی اعمال کا جائزہ لینا بڑا مشکل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن جملہ فیصلہ جات کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

سوال ۱۶: جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آگاہ فرمایا کہ میں آدمؑ کو بطور خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا کہ یہ دنیا میں فساد اور خوں ریزی کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو الاسماء سکھائے اور جب فرشتوں سے الاسماء کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ بتا نہ سکے۔ آدمؑ نے بتا دیئے۔ یہ تعلیم الاسماء فرشتوں کے سوال کا جواب کس طرح بنتا ہے؟

الجواب: فرشتوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ آدمؑ فساد اور خون ریزی کرے گا بلکہ انہوں نے لفظ **خلیفہ** یعنی جانشین اور حاکم سے یہ تصور کیا کہ ایسی مخلوق ہوگی جو فساد کرے گی اور خون بہائے گی اور آدم علیہ السلام ان پر خلیفہ ہوں گے، یعنی فرشتوں کا تصور آدم زادوں کے متعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ ایسی مخلوق نہ ہوگی جو فساد کرے گی اور خونریزی کرے گی بلکہ یہ فرمایا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ تمہیں ان کمالات کا علم نہیں جو آدم کی اولاد حاصل کرے گی۔ ان میں میری صفات کے بھی مظہر ہوں گے

الاسماء سے مراد صفات الٰہیہ ہیں اور یہ خوبی انسانوں میں ہی پیدا ہو سکتی ہے جو نیکی کو آزادی سے اختیار کرتے ہیں فرشتے صفاتِ الٰہیہ کے مظہر نہیں بن سکتے ان کی شان تو **یفعلون ما یؤمرون** کی ہے

چنانچہ فرشتوں نے استفسار پر اس امر کا اعتراف کیا کہ ہماری استعدادیں محدود ہیں۔

پس فساد کرنے اور خونریزی کرنے کے سوال کا جواب یوں دیا گیا کہ آدم زادوں میں سے عام مومنوں، ولیوں، نبیوں اور رسولوں میں جو صفاتِ الٰہیہ جلوہ گر ہوں گی۔ ان کے مقابلہ میں اگر بعض دوسرے افراد میں خامی اور خرابی بھی ہے تو تخلیقِ آدمؑ کو ترک نہیں کیا جا سکتا البتہ فساد اور خوں ریزی کی اصلاح کی جدوجہد جاری رہے گی۔

(باقی جوابات آئندہ) ○

قابلِ صد رشک مومنین

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں مگر ان کے مقامِ قربِ الٰہی کی وجہ سے انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمیں بتائیں وہ کون لوگ ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ محض اللہ کی خاطر باہم محبت کرنے والے ہیں ان میں کوئی جسمانی رشتہ داری نہیں ہے اور نہ مالی لین دین ہے بخدا ان کے چہرے اس دن نور ہوں گے اور وہ نور پر قائم ہوں گے جب لوگ خوفزدہ اور غمگین ہوں گے۔ وہ خوف و غم سے محفوظ رہیں گے۔ (رواہ ابوداؤد)

تحریکِ وقفِ زندگی

نتیجۂ فکر جناب ڈاکٹر قیس مینائی نجیب آبادی

وقف کر دے زندگی اب خدمتِ دیں کیلئے
جا سُنا پھر انتہائے ارض تک پیغامِ حق

ہے جہادِ فی سبیل اللہ اب تبلیغِ دیں
عزم ہو تو چیز کیا ہیں دشت و صحرا لق و دق

فرض ہے تبلیغ جب تک ہے حرارت خون میں
نقطۂ دل میں ہے جب تک زندگی کی اک رمق

اُن کو حاصل ہے حیاتِ جاوداں وہ ہیں شہید
جادۂ حق میں ہوئے جو زندہ رہ کر جاں بحق

کر کے وقفِ زندگی وہ ہو گئے روشن ضمیر
اُن کے قلب و روح پر روشن ہوئے چودہ طبق

اُن کے دل پر منکشف ہونے لگے اسرارِ غیب
وہ مجاہد ہیں یقیناً قربِ حق کے مستحق

ابرِ گوہر بار بن، کشتِ یقیں سیراب کر
نور برسا اپنی پیشانی کا ٹپکا کر عرق

اصل میں تبلیغ ہے اک فرحت افزا مشغلہ
دافعِ رنج و الم حزن و غم و کرب و قلق

فتح و نصرت چومتی ہے کس طرح اُن کے قدم
سامنے ہیں کارہائے واقفینِ ماسبق

احمدیت واقعی عسلِ مصفّیٰ کی ہے نہر
واقعی نہرِ لبن بھی ہے یہی تبلیغِ حق

اے مجاہد! ہر جہادِ فی سبیل اللہ اب
تیری وقفِ زندگی پر ہو رہا ہے منطبق

اے مجاہد! رنگ لائی تیری وقفِ زندگی
پردۂ ظلمات بھی روشن ہے از نورِ فلق

اے مجاہد! تیری وقفِ زندگی کے فیض سے
تا بہ اقصائے جہاں پُر نور ہے ہر ہر طبق

اے مجاہد! تیری وقفِ زندگی کے رعب سے
چہرۂ تثلیثِ باطل کا ہوا ہے رنگ فق

لو شبِ ظلمت کی پھر چھٹنے لگی ہیں ظلمتیں
ہے طلوعِ مہرِ عالمتاب بالائے افق

جشنِ صد سالہ کی بھی اب آمد آمد ہے قریب
دیکھ لوں اے قیس میں بھی کاش یہ تائیدِ حق

○

عِبَادٌ صَالِحُوْنَ

جناب استاذ محمد عثمان الصدیقی ایم اے ربوہ

سُئِلْتُ: مَنْ عِبَادٌ صَالِحُوْنَ
فَقُلْتُ لِسَائِلٍ، هُمْ صَادِقُوْنَ
كِرَامٌ مُّتَّقُوْنَ وَ عَاجِزُوْنَ
خِيَارٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ عَادِلُوْنَ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا سَالِكُوْنَ
وَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ هُمْ تَابِعُوْنَ
وَهُمْ وَقْتَ الشَّدَائِدِ صَابِرُوْنَ
وَفِيْ عُسْرٍ وَّ يُسْرٍ شَاكِرُوْنَ
وَمَعْرُوْفًا وَّ بِرًّا فَاعِلُوْنَ
وَ جُمْلَةَ سَيِّئَاتٍ تَارِكُوْنَ
وَ اِنَّهُمُ الْمَكَارِمَ طَالِبُوْنَ
وَ اِنَّهُمُ الرَّزَائِلَ خَالِعُوْنَ
وَمَا هُمْ فِيْ اِمْتِحَانٍ هَالِعُوْنَ
وَمَا هُمْ فِيْ اِبْتِلَاءٍ جَازِعُوْنَ
وَمَا هُمْ خَادِعُوْنَ وَخَائِنُوْنَ
وَمَا هُمْ كَاذِبُوْنَ وَ فَاسِقُوْنَ
فَقَالَ لِيْ، جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا
عَلِمْتُ الْآنَ مَنْ هُمْ صَالِحُوْنَ

○

البیان - بقیہ صفحہ ۶

پانچویں آیت میں فرمایا کہ جس طرح باران رحمت کے نزول کے بعد اچھی زمین سے عمدہ روئیدگی اگتی اور پھلوں پھولوں کی صورت اختیار کرتی ہے لیکن بے برکت زمین نباتات سے محروم رہتی ہے۔ اسی طرح روحانی بارش کا نتیجہ ہوتا ہے۔ نیک فطرت لوگ نبی کے آنے پر روحانیت میں ترقی کرتے جاتے ہیں لیکن بدفطرت لوگ نبیوں کا مقابلہ اور تکذیب کر کے محروم ازلی بن جاتے ہیں پس تمہیں چاہیئے کہ اس نبیؑ پر ایمان لاؤ اس کا کفر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بندے بنو۔ شکر نہ کرنے والے نہ بنو تا تم آسمانی اور زمینی برکات سے حصہ وافر پا سکو۔

نَكِدًا کے معنے امام بخاری نے قلیلاً لکھے ہیں۔ امام راغب کہتے ہیں کہ:-

كل شئ خرج الى طالبه بتعسر

جو چیز صعوبت اور مشکل سے حاصل ہو وہ نکد ہے۔

امام زمخشری کا قول ہے:-

النكد : العسر القليل

(تفسیر کشاف)

○

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں۔ جواب کے لئے ۲۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ آنا ضروری ہیں۔ (منیجر)

جاپان میں قرآن کریم اور دیگر اسلامی لٹریچر کی کامیاب نمائش

ملک کے محققین، سفارتی نمائندوں، پروفیسروں، صحافیوں اور طلباء کی طرف سے گہری دلچسپی کا اظہار

ہمارے مبلغ جاپان مکرم عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے نے بذریعہ کیبل گرام یہ اطلاع دی ہے کہ ان کے زیر اہتمام وہاں پر قرآن کریم اور دیگر مختلف اسلامی کتب و رسائل کی ایک نہایت کامیاب نمائش منعقد ہوئی جو جاپان میں اپنی نوعیت کی پہلی نمائش تھی۔ ملک کے علم دوست اصحاب، سفارتی نمائندوں، صحافیوں، پروفیسروں اور طلباء نے بکثرت اسے دیکھا اور اس میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ اخبارات اور ریڈیو نے وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت میں حصہ لیا۔ الحمد للہ۔

آمدہ کیبل گرام کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"ٹوکیو۔ ۲۸ مارچ۔ الحمد للہ! کہ احمدیہ مسلم مشن جاپان کے زیر اہتمام ۲۶ مارچ ۱۹۷۷ء کو دنیائے اسلام کے لٹریچر پر مشتمل ایک نہایت کامیاب نمائش یہاں پر منعقد ہوئی جس میں بیس سے زائد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور دیگر اسلامی کتب اور اخبارات و رسائل پیش کئے گئے۔ جاپان کی سرزمین میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی نمائش تھی۔ ملک کے محققین، پروفیسروں، صحافیوں مختلف ممالک کے سفارتی نمائندوں اور طلباء نے اس میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور وہ بکثرت اسے دیکھنے کے لئے آتے رہے۔ عربی رسم الخط کے مختلف نمونے بالخصوص خاص دلچسپی سے دیکھے گئے۔ جاپانی اور انگریزی زبان کے اخبارات نے وسیع پیمانے پر نمائش کی خبروں کو شائع کیا۔ جاپان ریڈیو کے سمندر پار کے اردو پروگرام میں بھی اسے نشر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نمائش غیر معمولی طور پر بہت کامیاب رہی۔ الحمد للہ۔

احبابِ جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نیک اور بابرکت نتائج پیدا فرمائے۔ آمین!"

(منقول از الفضل ۔ ۵ اپریل ۱۹۷۷ء)

اخبارات اور رسائل کے مفید اقتباسات

۱۔ اگر آج پیغمبر ہم میں موجود ہوتے!

"ایک مسلم قوم کی حیثیت سے ہمارا یہ احساس فطری احساس ہے کہ اگر آج پیغمبر ہم میں موجود ہوتے تو وہ دنیا کے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کے ساتھ مل کر ان مسائل کو کس انداز سے سلجھاتے؟ کیونکہ انہوں نے خود اپنی مبارک زندگی میں اپنے عہد کے مسائل پر قابو پانے اور انسانی سوسائٹی کو امن و سکون عطا کرنے کے لئے مختلف قبیلوں اور مذہبوں کے رہنماؤں سے مل کر کامیاب بات چیت کی تھی یہ سب مذاکرات آج تاریخ کا ایک روشن باب ہیں اور ہماری عزیز ترین متاع۔"

(رسالہ فکر و نظر اسلام آباد۔ مارچ ۱۹۷۶ء۔ صفحہ ۲۶)

۲۔ میثاقِ مدینہ

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو وہاں علیحدہ علیحدہ مذہبی عقائد کے حامل اور مختلف اقوام کے لوگ آباد تھے۔ بعض قبائل سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے بڑے اثر و رسوخ کے حامل تھے اور انصار مدینہ ہمیشہ ان کے دستِ نگر رہتے تھے۔ جب مدینہ میں اسلام پہنچا تو اس وجہ سے بعض قبائل کے منصوبے خاک میں مل گئے اور ان کی سیاسی و اقتصادی حیثیت ماند پڑنے لگی۔ ان قبائل میں یہود ایسے تھے جن کا اثر و رسوخ کافی عروج پر تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی وقت بھی ان کی طرف سے مزاحمت پیش آسکتی تھی اس لئے آپ نے ضروری سمجھا کہ مدینہ کی تمام آبادی کو ایک معاہدہ میں منسلک کردیا جائے۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ تمام مروجہ سیاسی، اقتصادی، معاشی اور سماجی نظام میں قابلِ قدر اصلاح کی جا سکے۔ اس لئے آپ نے مہاجرین و انصار اور خاص طور پر یہودیوں کے ساتھ مسلّمہ عالمی اصولوں کے مطابق ایک تحریری معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ تاریخ اسلام میں "میثاقِ مدینہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ یکم اپریل ۱۹۷۷ء۔ صفحہ ۹)

۳۔ مودودی صاحب کے لٹریچر کے تلخ ثمرات

"جناب مولوی احتشام الحق تھانوی نے اپنے بیان میں کہا کہ "یہ تلخ مگر واقعی حقیقت بھی ملتِ اسلامیہ کے مشاہدہ میں آئی کہ مفتیء مودودی گروپ کے

کارکنوں نے اقامتِ دین اور خلافتِ راشدہ کے قیام کی خاطر مغلّظ گالیاں، بہتان تراشیوں اور عام غنڈہ گردی کا جو مظاہرہ کیا ہے اس سے پہلے کی لادینی سیاست والے ہی نہیں شرمائے بلکہ ابلیس و شیطان بھی ہار مان گئے (انہوں نے کہا کہ) میں نے مطالبہ پاکستان کی بنیاد پر ۱۹۴۵ء میں ہونے والا کانگرس اور مسلم لیگ کا وہ الیکشن بھی دیکھا ہے جس میں موجودہ الیکشن سے کہیں زیادہ جوش و خروش اور گہما گہمی تھی۔ مگر کسی ہندو یا مسلمان کارکن کی طرف سے فحش گوئی اور انسانیت سوز بدتمیزی کا وہ شرمناک مظاہرہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ جس کا نمونہ صالحین کی طرف سے اس الیکشن میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر اقامتِ دین اور خلافتِ راشدہ کے قیام کیلئے مودودی صاحب کے لٹریچر نے یہی گھناؤنے ہتھکنڈے سکھائے ہیں۔ تو بے شک اقامتِ دین کی یہ راہ نہ مولانا اشرف علی تھانوی نے دکھلائی نہ شیخ الہند نے نہ مجدد الف ثانی نے یہ طریق اختیار کیا۔ نہ شاہ ولی اللہ نے غنڈہ گردی کے اس صالحانہ شاہکار کو دیکھ کر قوم خود فیصلہ کرے کہ یہ اکابرین گردن زدنی تھے یا وہ لٹریچر دریا برد کر دینے کے قابل ہے جس نے پاکستان میں اسلامی غنڈے پیدا کئے۔"

(ہفت روزہ لولاک لائلپور ۱۸ مارچ ۷۷ء ص۵)

۴۔ امام کسے بنایا جائے؟

مدیر طلوعِ اسلام راوی ہیں کہ لوگوں نے مسلم لیگ کے اجلاسوں میں نماز باجماعت کی تجویز پیش کی تو قائد اعظم نے فرمایا کہ:-

"نماز کی اہمیت سے تو مجھے انکار نہیں لیکن آپ کی تجویز میں مجھے ایک خطرہ نظر آتا ہے۔ نماز باجماعت میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے اگر میں خود امامت کے لئے کھڑا ہو جاؤں تو شاید تمام حاضرین میرے پیچھے نماز پڑھ لینے میں مضائقہ نہ سمجھیں لیکن میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوگا کہ امام کسے بنایا جائے؟ اگر امام دیوبندی ہوگا تو بریلوی حضرات اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیں گے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ہی پنڈال میں، مختلف جماعتیں کھڑی ہو جائیں گی اس سے غیر مسلموں کے سامنے امتِ مسلمہ کے اختلافات نمایاں ہو جائیں گے اور وہ کہیں گے کہ جو قوم ایک امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتی وہ ایک متفق علیہ اسلامی مملکت کیسے قائم کریگی؟ اس لئے معاف فرمائیے۔"

(طلوعِ اسلام لاہور۔ اپریل ۱۹۷۷ء ص۹)

۵۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء کا نصب العین کیا تھا؟

"۱۸۵۷ء (جنگِ آزادی) کا جوش و جذبہ پیدا ہوا

لیکن اس ہنگامہ کو برپا کرنے والوں کا مقصد و نصب العین اسلامی تہذیب و تمدن کا احیاء نہیں تھا بلکہ آخری تاجدار مغلیہ بہادر شاہ ظفر کے اقتدار کو بحال کرانا تھا۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ یکم اپریل ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۲)

۶۔ نبی اکرمؐ نے بہتّر فرقوں کو دوزخی قرار دیا ہے

پرویز صاحب لکھتے ہیں کہ:—

"ہم محترم مفتی صاحب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جس اسلامی مملکت کے آپ سربراہ ہوں گے کیا اس میں آپ ان بہتّر (۷۲) فرقوں کو اسلامی تسلیم کریں گے جنہیں نبی اکرمؐ نے دوزخی قرار دیا ہے؟ کیا آپ ان دوزخی فرقوں کو اس امر کی آزادی دیں گے کہ وہ اپنے اپنے معتقدات اور مسالک کو اسلامی قرار دیتے ہوئے ان کی پوری پوری پابندی کرتے رہیں؟ یہی سوال ہم ان دیگر علمائے کرام سے بھی پوچھنا چاہتے ہیں جو قومی اتحاد میں شامل اور مفتی صاحب محترم کے ہم نوا تھے ——— ہمیں یقین ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرے گا کیونکہ اسی کی بناء پر وہ اپنے فرقے کو چھوڑ کر باقی تمام فرقوں کے خلاف کفر کے فتوے عائد کرتے رہتے ہیں۔"

(طلوعِ اسلام لاہور۔ اپریل ۱۹۷۷ء صفحہ ۶)

۷۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے اُستاد کی رائے۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب ثانی لکھتے ہیں کہ:—

"میں نے (مولانا احمد اللہ صاحب امرتسری سے) اپنا تعارف کرایا کہ مولوی عبدالکریم کا بیٹا ہوں آپ فرمانے لگے سن او لڑکے، باپ کی طرح گمراہ نہ ہو جانا ثناء اللہ کے پاس نہ جایا کرو وہ اس کے پاس جا کر گمراہ ہو گیا ہے۔ میں نے بلا سوچے سمجھے شوخی سے حدیث پڑھ دی شر الشر شرار العلماء۔ یہ سن کر مولانا موصوف کو بہت غصہ آ گیا اور بہت غصے میں فرمانے لگے۔ اچھا تو تیرا باپ عالم ہے وہ بھی شریر ہے تیرا استاد عالم ہے وہ بھی شریر ہے؟ وہ فرماتے اور میں آ[illegible] کہے جاتا کہ نہیں جناب جو ایسا کرے [illegible] کا مصداق ہے۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور یکم اپریل ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۴)

۸۔ انبیاء علیہم السلام کے پیشے

"حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں آنحضرتؐ کا فرمان ہے کان زکریا علیہ السلام نجاراً حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو معمار و مزدور، حضرت نوحؑ اور زکریاؑ کو بڑھئی، حضرت داؤدؑ کو لوہار بنا دینے سے آخر خدا تعالیٰ کی کیا منشا تھی؟ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت رسول اکرمؐ بکریاں چراتے رہے ان اولوالعزم پیغمبروں کو بکریاں چرانے کی خدمت سونپنے کا کیا مقصد تھا؟" (الاسلام لاہور ۸ اپریل ۷۷ء)

دو خطوط

۱۔ جناب نیاز فتحپوری کا گرامی نامہ

محترم الحاج مسعود احمد صاحب خورشید کراچی سے لکھتے ہیں کہ خاکسار نے ماہ دسمبر ۱۹۵۹ء میں مکرم جناب نیاز فتحپوری صاحب ایڈیٹر ماہنامہ نگار لکھنؤ انڈیا کو ایک تبلیغی خط لکھا تھا۔ اس کا جواب انہوں نے مجھے بذریعہ پوسٹ کارڈ دیا تھا۔ جس پر لکھنؤ کے ڈاک خانہ کی ۱۵/۱۲/۵۹ کی مہر لگی ہوئی ہے وہ خط بعد ملاحظہ الفرقان میں اس کا چربہ یا فوٹو کاپی بھی شائع فرمائیں

اس خط میں نیاز فتحپوری صاحب نے لکھا ہے:۔

"میں غلام احمد صاحب کو بڑے بلند کردار و عزم استوار کا انسان سمجھتا ہوں اور ان کو مجدد بھی مانتا ہوں۔"

میرے خیال میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ میں اور معاندین کے لئے ایک حجت کے طور پر یہ خط بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ شائع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

دفتر نگار ۔ لکھنؤ ۔ ۱۴/۱۲

مکرمی ۔ السلام علیکم ۔ آپ کا خط مورخہ ۹ ملا شکریہ ۔
میں غلام احمد صاحب کو بڑے بلند کردار و عزم استوار کا انسان سمجھتا ہوں ۔ بلکہ ان کو مجدد بھی مانتا ہوں ۔ لیکن چونکہ میرے نزدیک مجدد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ صاحب وحی و الہام ہو اور مثیل مسیح کہا جائے ... ان کو نبی یا ملہم تسلیم کرنے سے مجھے تامل ہے

. . . .

مخلص ۔ نیاز

۲۔ جناب تسنیم مرحوم کے مصرعہ کی تصحیح

"استاذی المکرم حضرت مولوی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ ابھی ابھی الفرقان کا تازہ پرچہ ملا ۔ صفحہ ۱۶ پر جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم مرحوم کی نظم چھپی ہے
پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں "راہی" کی بجائے "الہی" چھپ گیا ہے۔ اگلے پرچہ میں تصحیح شائع فرما دیں۔ مکرم میر صاحب مرحوم کی روح کو تسکین ہوگی۔

"یا راہی کوئی منزل حق کا ہے بچارا"

خاکسار ۔ نصیر احمد خان

• پبلشر: ابوالعطاء جالندھری • پرنٹر: سید عبدالحی • مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ • مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Peach Jam
HOT KETCHUP
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ

Monthly AL-FURQAN Rabwah

APRIL 1977 Regd. No. L 5708

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔